باسمہٖ تعالیٰ

حُسنِ معاشرت



مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

حُسنِ معاشرت

اسلامی معاشرت اور طرزِ زندگی اور
اسلامی طریقہ پر رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے
اور تہذیب وشرافت والی زندگی گزارنے کے مختصر اور جامع آداب کا مجموعہ

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ناشر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نام کتاب: حُسنِ معاشرت

تصنیف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اول: جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ

طباعتِ دوم: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ جون 2009ء

صفحات: ۱۴۰

قیمت: روپے

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5780728

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	اسلامی معاشرت	۵
۲	صحت و بیماری کے آداب	۷
۳	کھانے کے آداب	۹
۴	پینے کے آداب	۱۶
۵	صفائی ستھرائی کے آداب	۱۸
۶	سونے جاگنے کے آداب	۲۳
۷	پیشاب پاخانے کے آداب	۲۷
۸	غسل کرنے کے آداب	۳۲
۹	لباس کے آداب	۳۵
۱۰	چھینکنے، تھوکنے اور جمائی لینے کے آداب	۴۰
۱۱	پانی استعمال کرنے کے آداب	۴۳
۱۲	بجلی استعمال کرنے کے آداب	۴۶
۱۳	گیس اور آگ پیدا کرنے والی اشیاء استعمال کرنے کے آداب	۵۰
۱۴	سلام کے آداب	۵۲
۱۵	مصافحہ کے آداب	۵۹
۱۶	مُعانقہ کے آداب	۶۳
۱۷	گھر میں داخل ہونے کے آداب	۶۵
۱۸	ملاقات کے آداب	۷۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلامی معاشرت

معاشرت سے مراد دنیا میں رہنے سہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کرنے کے چند اصول ہیں، جن میں سے بعض کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے، اور بعض کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے، اور بعض کا تعلق دونوں سے ہے۔

اسلام میں معاشرت کی تعلیم ایسی بے مثال ہے کہ اگر اس کو صحیح معنیٰ میں اختیار کرلیا جائے تو اس سے جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل ہوتا ہے، اسی کے ساتھ انسان خود بھی راحت وسکون میں رہتا ہے، اور دوسرے بھی راحت وسکون میں رہتے ہیں، اور اس طرح اسلامی معاشرت کے تین بنیادی اصول ہیں:

(۱)......اپنی روح کو گناہ سے بچنے کی شکل میں تکلیف سے بچانا اور اس کے لئے نیکی کے ذریعہ راحت وسکون کا سامان فراہم کرنا۔

(۲)......اپنے جسم کو تکلیف سے بچانا اور اس کے لئے راحت وسکون کا سامان فراہم کرنا

(۳)......دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچانا اور اس سے بڑھ کر دوسروں کو راحت وسکون فراہم کرنا۔

چنانچہ اسلام کی طرف سے پیش کردہ معاشرت کی تہذیب سے جابجا ان اصولوں کی نشاندہی ہوتی ہے اسلامی معاشرت کی تہذیب میں ہر طرح کی راحت وسکون کا سامان ہے، کیونکہ وہ ہر قسم کے تکلفات وتصنعات اور اتراہٹ وبناوٹ سے خالی ہے اس میں خوامخواہ کی قیدیں نہیں، شہری دیہاتی ، امیر وغریب ہر ایک کے لئے اسلامی معاشرت پر عمل کرنا سہل ہے۔

اور اس کے برعکس غیر اسلامی معاشرت کی تہذیب دراصل تہذیب کہلائے جانے کے قابل نہیں، بلکہ اس کو تعذیب وتکلیف سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اسلامی معاشرت کی تہذیب کا ایک فائدہ مال اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع ہونے سے بچانا ہے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسلامی تہذیب و معاشرت کو چھوڑ کر رسم ورواج اور غیر قوموں کی تہذیب میں جہاں ایک طرف وقت ضائع ہوتا ہے وہاں کثیر مقدار میں مال کی بھی اضاعت ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں زندگی اور مال میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے، اور ناجائز ذرائع (رشوت، چوری، قتل وغارت گری اور لوٹ مار وغیرہ) کی نوبت آتی ہے۔

آج مسلمانوں کے ذہنوں کو رسم ورواج اور غیر قوموں خاص طور پر مغربی تہذیب کی تقلید نے اس طرح مسخ کر کے رکھ دیا ہے کہ اس کے مقابلہ میں بہت سے مسلمانوں کے دل ودماغ میں اسلامی معاشرت کا تصور بھی نہیں رہا کہ اسلام نے بھی اس بارے میں تعلیمات فراہم کی ہیں، اور اسی وجہ سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ معاشرت کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ اسلام ایک مکمل زندگی کا ضابطہ ہے، جس کی مثال کسی بھی دنیا کے دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

دینِ اسلام نے عقائد وعبادات، معاملات واخلاق اور معاشرت وسیاست کے تمام شعبوں میں ایسے اصول اور تعلیمات وہدایات پیش کی ہیں کہ جن تک کسی انسان کا خود سے دل ودماغ رسائی نہیں کر سکتا۔

پھر اسلامی معاشرت کی تہذیب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کے فوائد دنیائے دَنی سے آگے ترقی کر کے آخرت تک قائم ودائم اور باقی رہنے والے ہیں، گویا کہ اسلامی معاشرت کے ذریعہ سے انسان کی دنیا وآخرت دونوں درست ہوتی ہیں۔

جبکہ اس کے برعکس غیر اسلامی معاشرت وتہذیب کے نتیجہ میں دنیا وآخرت دونوں خراب ہوتی ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان اسلامی معاشرت کی تعلیمات وہدایات کو اپنی زندگی میں اختیار کر کے دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کریں۔

حسنِ معاشرت کے عنوان سے اس رسالہ میں اسلامی معاشرت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ مجھ سمیت سب مسلمانوں کے لئے اس کو دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

صحت و بیماری کے آداب

ہماری جان دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، جو ہم کو امانت کے طور پر دی گئی ہے، اس لئے اس حکم کے مطابق اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے، اوراس کی ایک حفاظت یہ ہے کہ اس کی صحت کی حفاظت کی جائے، دوسرے اس کی قوت کی حفاظت کی جائے، تیسرے اس کی جمعیت یعنی سکون کی حفاظت کی جائے یعنی اپنے اختیار سے کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی وجہ سے جان کو پریشانی پیدا ہوجائے، کیونکہ ان چیزوں میں خلل آنے سے دین کے کاموں کی ہمت نہیں ہوتی ، اور دوسرے ضرورت مندوں کی خدمت وامداد کرنے کی بھی توفیق نہیں رہتی، نیز اس کے نتیجہ میں بعض اوقات ناشکری اور بے صبری پیدا ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے بعض دفعہ ایمان تک سے بھی محرومی ہوجاتی ہے۔

(۱)......صحت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھی ہے، اور عظیم امانت بھی۔

مشہور ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

> دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں کثرت سے لوگ نقصان وخسارے میں رہتے ہیں (یعنی ان سے شریعت کے مطابق فائدہ نہیں اٹھاتے) ایک صحت اور دوسرے بے فکری (بخاری)

اس لیے صحت کی قدر کرنی چاہیے، اوراس کی حفاظت میں لاپرواہی نہیں اختیار کرنی چاہیے۔

(۲)......صحت کے لیے مناسب غذا، مناسب نیند و بیداری، اور پیشاب پائخانے اور جسم سے دوسرے فضلات کا مناسب مقدار میں نکلنا اور صفائی ستھرائی اور ہواخوری اور جسم کی مناسب حرکت بہت ضروری ہے۔ ان چیزوں کو اُصولی انداز میں اپنانا اور اختیار کرنا چاہیے۔

(۳)......محنت اور جفاکشی کا اپنے آپ کو عادی بنانا چاہیے، اِس سے صحت بہتر رہتی ہے۔

(۴)...... پیدل چلنے اور ورزش کا بھی مناسب معمول رکھنا چاہیے۔

(۵)......صحت کی نعمت سے مستفید ہونے کے لیے اپنے مزاج، اور روز مرہ استعمال ہونے والی اشیاء کے اوصاف وخصوصیات سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۶)......صحت کی حفاظت کے لیے نشہ آور اشیاء اور تمبا کو پر مشتمل اشیاء مثلاً سگریٹ نوشی وغیرہ سے پرہیز کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

(۷)......اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بیماری آئے، تو اس میں بندے کے لئے بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں، اگر اس پر صبر کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں، اور اس کے ذریعہ سے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

(۸)...... بیماری کے وقت حضور ﷺ سے دوا وعلاج کرنا ثابت ہے، اگر سنت کی نیت سے بیماری کا علاج کیا جائے، تو خواہ بیماری کو افاقہ بھی نہ ہو تب بھی یہ باعثِ ثواب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

> اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں اُتاری ہیں، اور ہر بیماری کے لیے دوا بھی بنائی ہے؛ لہٰذا تم دوا کیا کرو، اور حرام چیز سے دوامت کیا کرو (ابوداؤد)

(۹)...... بیماری کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہئے، اور نماز وغیرہ کا اہتمام رکھنا چاہئے، اس میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں، جو کہ غلط ہے۔

(۱۰)......حضور ﷺ نے احادیث میں بہت سی بیماریوں کے علاج کے لئے مختلف قدرتی چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے، ان کا اہتمام کرنا باعثِ برکت ہے۔

(۱۱)......ذرا ذرا سی بات پر اپنی بیماری کو نشر کرنا اچھی بات نہیں، اس سے بچنا چاہئے۔

(۱۲)......جب بیمار پڑے تو ایسے الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکالنے چاہئے، جن سے بے صبری اور اللہ تعالیٰ کی طرف نعوذ باللہ ناانصافی یا ظلم کی نسبت لازم آئے۔

(۱۳)...... بیماری کی حالت میں انسان اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس کو خاص قرب حاصل ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس کے ذکر و دعا کو خاص شرفِ قبولیت حاصل ہوتا ہے، اس لئے بیماری کی حالت میں ذکر و دعا سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

کھانے کے آداب

(۱)......رزق اور غذا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، غذا ہی پر انسان کی صحت اور بقاء کا دار و مدار ہے، لہٰذا رزق اور کھانے کے ایک ایک ذرہ اور لقمہ کی بہت زیادہ قدر کرنی چاہئے۔

(۲)......اگر ایک مسلمان اس نیت سے حلال چیز کھائے پیے کہ اس کے ذریعہ طاقت وقوت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرے گا تو اس نیت سے کھانا پینا بھی عبادت میں شامل ہو جاتا ہے۔

اور اگر شہوت بڑھانے اور حرص وطمع پوری کرنے یا صرف نفسانی لذت حاصل کرنے کی نیت ہو تو یہی کھانا گناہ یا فضول چیز میں شامل ہو جاتا ہے، لہٰذا کھانے پینے سے پہلے اپنی نیت کا جائزہ لے لینا چاہئے۔

(۳)......کھانا ہمیشہ سچی بھوک لگنے پر کھایئے، بار بار کھانے اور صرف لذت اور چسکے کی خاطر فضول کھانے پینے سے پرہیز کیجئے۔

یہ پرانا اصول ہے کہ جب خوب بھوک لگے تو کھانا کھائیں اور جب تھوڑی بھوک باقی رہے تو کھانا چھوڑ دیں ایسا کرنے سے غذا اچھی طرح ہضم ہوتی اور جسم کو لگتی ہے، سینکڑوں بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے۔

اس کے برخلاف کرنے سے ہضم خراب ہو جاتا ہے اور کھائی ہوئی غذا نہ صرف بے کار ہو جاتی ہے، بلکہ کئی بیماریوں کا بھی سبب بنتی ہے۔

(۴)......کھانے پینے میں حلال اور پاکیزہ چیز کا انتخاب واہتمام کیجئے، حلال اور پاکیزہ چیز سے دل میں نورانیت اور حرام وناپاک چیز سے ظلمت وتاریکی پیدا ہوتی ہے۔

(۵)......کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت اور بہت ہی خیر وبرکت والا عمل ہے۔

لبتہ اگر کسی ایسی جگہ کھانا کھا رہے ہوں جہاں ہاتھ دھونے کا مناسب انتظام نہ ہو یا آپ کے ہاتھ دھونے سے صاحبِ خانہ کو تکلیف وایذاء پہنچتی ہو تو ہاتھ دھونے میں زیادہ اصرار اور غلو کرنا بھی ٹھیک

نہیں، کیونکہ ہاتھ دھونا سنت اور دوسرے کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے (والاصول مصرح فی کتب الفقہ)

(۶)......دونوں ہاتھ پہنچوں (یعنی گٹّوں) تک دھونا چاہیئے، صرف ایک ہاتھ یا چند انگلیاں دھونے سے سنت ادا نہ ہوگی۔

(۷)......کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر کپڑے سے صاف کرنا سنت نہیں اس لئے ہاتھ دھوکر کپڑے سے صاف نہ کیجئے، البتہ ویسے ہی کسی طرح سکھالیں یا خود سوکھ جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

(۸)......کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی طرح کلی کرنا سنت تو نہیں، لہٰذا اسے سنت نہیں سمجھنا چاہیئے، البتہ منہ کی صفائی کے لئے سنت سمجھے بغیر کوئی کرنا چاہے تو حرج بھی نہیں، بلکہ طبی اعتبار سے مفید ہے۔

لیکن جنابت کی حالت میں کلی کئے بغیر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے، اس لئے جس پر غسل واجب ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ کلی بھی کرلے۔ البتہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو کلی کیے بغیر کھانا پینا مکروہ بھی نہیں۔

(۹)......کھانا اطمینان اور سکون کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر اور دسترخوان لگا کر کھانا چاہیئے، اور تکبر والے انداز سے بچنا چاہیئے، حضور ﷺ کھانے کے لئے عاجزی وانکساری اور تواضع کی حالت میں بیٹھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ:

”میں ایک غلام وبندہ کی طرح کھاتا ہوں اور ایک غلام وبندہ کی طرح بیٹھتا ہوں (کنز العمال بحوالہ مسند ابویعلیٰ)

بعض روایات، معتبر احادیث کی شروحات اور سیرت کی کتابوں میں درجِ ذیل طریقوں کو عاجزی اور تواضع والے ہونے کی وجہ سے سنت ومستحب قرار دیا گیا ہے۔

(الف)......دوزانو بیٹھ کر کھانا (جس طرح مرد حضرات نماز کے قعدہ میں بیٹھتے ہیں)

(ب)......تورک یعنی جس طرح خواتین نماز کے قعدہ میں بیٹھتی ہیں، یعنی دونوں پاؤں کی ایڑیاں ایک طرف نکال کر بیٹھنا۔

(ج)......نماز میں قعدہ کی حالت کی طرح ہوکر دونوں پاؤں کی پشت پر بیٹھ کر کھانا۔

(د)......داہنا گھٹنا کھڑا کرنا اور بایاں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔

(ہ)......یا بائیں پاؤں پر نہ بیٹھے بلکہ سرین پر بیٹھ جائے اور پیر سرین کے نیچے سے نکال دے۔

(و)......اور اکڑوں بیٹھ کر کھانا بھی بعض روایات سے ثابت ہے۔

(۱۰)......ٹیک لگا کر کھانا حضورﷺ کو ناپسند تھا، اس لئے ٹیک لگا کر کھانے سے پرہیز کیجئے۔

(۱۱)......میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا سنت کے مطابق اور اسلامی طریقہ نہیں۔

(۱۲)......کھڑے ہو کر اور چلتے پھرتے کھانا بہت گناہ اور بُرا ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس لئے کھڑے ہو کر کھانے سے بچنا ضروری ہے۔

آج کل تقریبوں میں کھڑے ہو کر اور حیوانوں کی طرح گھومتے پھرتے کھانے کا جو طریقہ چل نکلا ہے، یہ غیروں کا ایجاد کردہ اور قابلِ ترک ہے۔

البتہ چھوٹی موٹی کوئی چیز جو مستقل کھانا نہ کہلاتی ہو مثلاً پان، سونف وغیرہ چلتے پھرتے اور کھڑے ہو کر منہ میں ڈال لینے کی گنجائش ہے۔

(۱۳)......کھانا شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا سنت عمل، خیر و برکت کا ذریعہ اور شیطان سے حفاظت کا مؤثر نسخہ ہے۔

رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے اس عمل سے بڑا خوش ہوتا ہے کہ جب اس کے سامنے کھانا حاضر ہو تو شروع میں بسم اللہ پڑھے اور آخر میں اللہ کی حمد اور شکر ادا کرے'' (صحیح مسلم)

(۱۴)......صرف '' بِسْمِ اللهِ'' کہنے سے بھی سنت تو ادا ہو جاتی ہے لیکن اگر پوری ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''، پڑھ لی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۱۵)......بسم اللہ پڑھنے کی سنت مَردوں، عورتوں، جُنبی اور حائضہ سب کے لئے عام ہے، اس لئے کھانے کے شروع میں سب کو الگ الگ بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔

(۱۶)......اگر کوئی کھانے کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب بھی یاد آجائے بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ پڑھ لینا چاہیئے (کما جاء فی حدیث الترمذی)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۱۷)......کھانے پینے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیجئے، ضرورت ہو تو بائیں ہاتھ کو بھی دائیں کے ساتھ معاون بنا سکتے ہیں، جبکہ اصل کھانے کا مرکزی عمل دائیں ہاتھ سے انجام دیا جائے اور بائیں ہاتھ کو ضمناً وتبعاً شامل کیا جائے، بائیں ہاتھ سے کھانا پینا بہت بُرا ہے۔

(۱۸)......کھانا ہاتھ سے کھانا سنت ہے، لیکن اگر کوئی چمچہ سے کھائے تب بھی کوئی گناہ تو نہیں، البتہ ہاتھ سے کھانے کی سنت کا ثواب نہیں ہوگا۔

(۱۹)......کھانا خوب چبا کر کھایئے تاکہ ہضم ہونے میں آسانی ہو، بچوں کو شروع ہی سے خوب چبا کر کھانے کی عادت ڈالئے، غذا کا ہضم منہ سے شروع ہو جاتا ہے، جو کھانا اچھی طرح چبا کر کھایا جاتا ہے وہ دانتوں اور داڑھوں سے پِس جانے اور منہ کا لعاب مِل جانے کی وجہ سے جلدی ہضم ہو جاتا ہے، لہٰذا لقمہ کو جتنا چبا کر باریک کیا جائے گا اور جتنا منہ کا لعاب اس میں شامل ہوگا اتنا ہی جلدی اور آسانی کے ساتھ ہضم ہوگا اور معدہ کو زیادہ کام نہیں کرنا پڑے گا، اس بات کا بار بار تجربہ کیا گیا ہے کہ خوب چبا کر کھانے کے بعد طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا بلکہ طبیعت ہلکی پھلکی رہتی ہے جبکہ بغیر چبائے جلدی جلدی کھا لینے کے بعد طبیعت پر بوجھ ہو جاتا ہے۔

(۲۰)......جب تک پہلا لقمہ نگل نہ لیا جائے اس وقت تک دوسرا لقمہ نہ لیجئے۔

(۲۱)......لقمہ زیادہ بڑا نہ لیجئے بلکہ درمیانہ ہونا چاہئے، تاکہ آسانی کے ساتھ منہ میں رکھ کر چبایا اور نگلا جا سکے۔

(۲۲)......کھانا کھاتے وقت پورا ہاتھ اور ساری انگلیاں کھانے میں نہ سان لیجئے، یہ بدتہذیبی کی علامت ہے۔

(۲۳)......کھانے کی اگر کوئی چیز نیچے گر جائے تو اسے اُٹھا کر صاف کر کے دوبارہ کھا لیجئے، اور اس میں کسی سے شرم نہ کیجئے، لیکن اگر جگہ صاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ چیز استعمال کے قابل نہ رہی ہو تو کسی جانور وغیرہ کو کھلا دیجئے یا کم از کم اس کو ایسی جگہ رکھ دیجئے کہ وہ بے حرمتی سے بچ جائے۔

(۲۴)......کھانے کے دوران ہڈیاں، چھلکے اور دوسرے فضلات ایک طرف جمع کر کے رکھئے، اِدھر اُدھر نہ ڈالیے اور پھیلایئے، کیونکہ یہ طریقہ بدتہذیبی میں داخل ہے۔

(۲۵)......کھانے کے دوران ایسی بات یا کوئی ایسی حرکت نہ کیجئے جس سے دوسرے کو کراہیت آئے اور گھن پیدا ہو۔

(۲۶)......کھانے کے دوران اگر چھینک آئے تو اپنے منہ کو کھانے اور دوسروں کی طرف سے پیچھے یا دوسری جانب کر لیجئے،اورمنہ پر ہاتھ یا کوئی رومال وغیرہ رکھ لیجئے۔

(۲۷)......بہت تیز گرم کھانا جو برداشت نہ ہوسکے یامضر ہو کھانے سے پرہیز کیجئے،کچھ گرم ہو تو حرج نہیں،اگر ٹھنڈا ہوتو گرم کرنے میں حرج نہیں۔

(۲۸)......برتن میں کھانے کا کوئی حصہ رہ جائے تو اس کو انگلی سے چاٹ لیجئے،اور رقیق ،پتلی چیز مثلاً شوربا وغیرہ ہوتو پی کر برتن صاف کر دیجئے،اس کی بڑی فضیلت ہے،بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے لئے برتن استغفار کرتا ہے(احمد وترمذی)

اور کہتا ہے کہ تجھے اللہ اس طرح محفوظ رکھے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے محفوظ رکھا(رزین)

(۲۹)......اگر کھانے کے دوران دوسرا شخص آجائے تو اسے بھی کھانے کا پوچھ لینا چاہئے (ابن ماجہ)

(۳۰)......اگر کوئی آپ کو کھانے کے لئے بلائے اور آپ کو کھانیکی اس وقت ضرورت نہ ہوتو اس کے لئے برکت کی دعا کر دیجئے مثلاً یہ کہہ دیجئے کہ ''بَارَکَ اللّٰہُ''

(۳۱)......طبی لحاظ سے رات کا کھانا سونے سے کم از کم دو گھنٹے پہلے کھا لینا چاہئے ،اگر رات کو دودھ پینے کی عادت ہوتو سونے سے آدھ گھنٹہ پہلے پیا جائے اور رات کا کھانا کھاتے وقت دودھ پینے کی گنجائش کا خیال رکھا جائے۔

(۳۲)......اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر دونوں پروں کو کھانے میں ڈوبا دیجئے، کیونکہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے(جمع الفوائد ج۱ص ۱۷۷،بحوالہ مسلم ابوداؤد)

اور مکھی عموماً بیماری اور زہر والے پر کوڈوباتی ہے(ابوداؤد،ابن ماجہ،نسائی،مسند احمد)

دوسرا پر ڈبونے کے بعد مکھی کو نکال کر باہر پھینک دیجئے اور کھانا خود طبیعت چاہے تو کھالیجئے ورنہ کسی ضرورت مند کو دے دیجئے۔

(۳۳)......کھانے کے دوران یا کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھوں کو روٹی اور دسترخوان سے صاف

نہ کیجئے یہ بدتہذیبی ہے۔

(۳۴)......کھانے سے فارغ ہوکر انگلیاں چاٹ لیجئے اس کے بعد ہاتھ دھو لیجئے، بلا عذر چاٹے بغیر کپڑے یا ٹشو پیپر وغیرہ سے صاف کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۳۵)......کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا سنت ہے :

''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَامُسْلِمِیْنَ''

ترجمہ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا''

(ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجۃ، مسند احمد، سنن کبریٰ نسائی، شمائلِ ترمذی) [۱]

بعض دوسری دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں۔

(۳۶)......کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھ دھونا سنت ہے، اگر اس وقت ہاتھ دھوکر تولیہ سے صاف کرلئے جائیں اور صابن وغیرہ سے ہاتھ دھو لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ صفائی کے زیادہ قریب ہے اور کلی بھی کرلینی چاہئے، تاکہ منہ اچھی طرح صاف ہوجائے۔

(۳۷)......اگر کسی دوسرے نے کھانا کھلایا خواہ دوسرے کے یہاں جاکر کھایا ہو یا دوسرے نے آپ کے پاس کھانے کے لئے بھیج دیا ہو تو کھانے اور مذکورہ دعا سے فارغ ہونے پر یہ دُعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

ترجمہ ''اے اللہ! جس نے مجھے کھانا کھلایا، آپ اس کو (اور) کھلایئے، اور جس نے مجھے سیراب کیا، آپ اسے اور سیراب کیجئے'' (صحیح مسلم)

اور کھانا کھلانے والے کو مخاطب کرکے یہ دُعا پڑھنا بھی سنت ہے:

اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلاَئِکَۃُ، وَاَفْطَرَعِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ.

---

[۱] عام طور پر کھانا کھانے کے بعد جو دعا مشہور ہے وہ ''مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' کے الفاظ سے ہے۔ مگر تحقیق کرنے پر احادیث میں مسلمین سے پہلے ''من'' کا لفظ دستیاب نہیں ہوسکا (تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''اسلامی معاشرت کے آداب'' ملاحظہ ہو)

ترجمہ''(اللہ کرے کہ) تمہارا کھانا نیک صالح لوگ کھائیں اور تمہارے اوپر فرشتے رحمت کی دُعا کریں اور تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں'' (مشکوٰۃ ص ۳۶۹ بحوالہ شرح السنۃ)

(۳۸)......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کھانے پر یہ دعا پڑھ لے اسے کھانے کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرُ الْاَسْمَاءِ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ وَفِیْ السَّمَاءِ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ دَاءٌ ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْہِ بَرَکَۃً وَّشِفَاءً

ترجمہ:''اللہ کے نام سے، سب ناموں میں بہترین نام زمین وآسمان میں اللہ ہی کا ہے، اس کے نام کے ہوتے ہوئے کسی بیماری سے نقصان نہیں، اے اللہ اس میں برکت اور عافیت اور شفا عطا فرمایئے'' (مصنف ابنِ ابی شیبۃ)









پینے کے آداب

(۱)...... پانی صاف برتن میں ٹھہر ٹھہر کر اور چوس چوس کر دائیں ہاتھ سے تین سانس میں پیجئے، اور ہر مرتبہ برتن کو منہ سے الگ کر دیجئے ایک دم بہت سا پانی حلق میں نہ ڈالئے، یہ صحت کے لئے بھی مضر ہے، پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لیجئے۔

پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھئے، یہ تمام چیزیں سنت اور حضور ﷺ سے ثابت ہیں۔

(۲)...... کھڑے ہو کر کھانے کی ممانعت کی تفصیل پیچھے گزر چکی، اور پینے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ پانی وغیرہ بھی بیٹھ کر پینا سنت ہے، کھڑے ہو کر پینے میں سنت کا ثواب نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، کھڑے ہو کر پینے کی مستقل عادت تو ہرگز نہیں بنانی چاہئے۔

البتہ اگر سبیل کے قریب بیٹھنے کی مناسب جگہ نہیں ہے تو کھڑے ہو کر پینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۳)...... آبِ زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہے کہ کھڑے ہو کر پینے میں زیادہ ثواب ہے۔

لیکن اہلِ علم حضرات کی تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ آبِ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینے میں ثواب نہیں ہے۔

البتہ خاص ان پانیوں کو اگر کوئی کھڑے ہو کر پئے تو نہ کوئی ثواب ہے اور نہ کوئی کراہت یعنی مباح عمل ہے، مکروہ یا مستحب نہیں۔

(۴)...... لوٹے یا صراحی سے اس طرح منہ لگا کر پانی مت پیجئے، کہ بے خبری میں کوئی موذی یا گندی چیز منہ میں چلی جائے۔

(۵)...... ٹھنڈا پانی پینا سنت ہے بشرطیکہ اتنا زیادہ ٹھنڈا نہ ہو جو صحت کے لئے مضر ہو۔

طبی لحاظ سے عام مزاج والوں کے لئے اوسط درجہ کا ٹھنڈا پانی مفید ہے۔

(۶)...... پاک صاف پانی پینے کے قابل، مفید اور صحت بخش ہوتا ہے، ایسے پانی کی پہچان یہ ہے

کہ وہ صاف وشفاف ہوتا ہے، اس کا کوئی مزہ اور رنگ نہیں ہوتا اور نہ اس میں کسی قسم کی بُو پائی جاتی ہے۔

(۷)......آج کل شہروں میں صاف پانی کا میسر آنا مشکل ہو رہا ہے، اور گندے پانی کے پیٹ میں جانے کی وجہ سے مہلک بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، پانی صاف کرنے کا سب سے بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو اُبال کر ٹھنڈا کر لیا جائے اور باریک، صاف کپڑے میں چھان کر استعمال کیا جائے۔

گندے پانی کو صاف کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے پانچ چھ گھنٹے تک کسی برتن میں رکھ چھوڑیں تاکہ اس میں جو مٹی اور ریت وغیرہ کے ذرات ہوں وہ تہ نشین ہو جائیں، اب اگر یہ پانی پانچ سیر ہو تو اس میں تقریباً چار رتی پھٹکری باریک پیس کر ملائیں، پانی کے ساتھ جو کثافتیں گھلی ملی ہوں گی وہ اس کی وجہ سے نیچے بیٹھ جائیں گی، اوپر کا صاف پانی نتھار کر رکھیں اور پینے کے کام میں لائیں، مٹی، گرد اور دوسری پانی میں حل ہونے والی اشیاء پھٹکری ڈالنے سے تہہ میں بیٹھ جاتی ہیں۔

(۸)......کسی بھی چیز کے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہئے مثلاً کوئی مسنون دعا پڑھ کر یا پھر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنا چاہئے، ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں کہ جو کوئی بھی چیز کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے، یا کوئی بھی چیز پیئے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے'' (صحیح مسلم)







صفائی ستھرائی کے آداب

دنیا میں زندگی گزارنے اور رہنے سہنے کا ایک پہلو صفائی اور ستھرائی ہے۔
اسلام میں جسم ،لباس ، رہائش گاہ اور گلی کوچوں کی صفائی ستھرائی کی بہت اہمیت وتاکید بیان کی گئی ہے۔
صفائی وستھرائی جہاں ایک طرف عبادت ہے، وہاں دوسری طرف اپنے اور دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے اور راحت فراہم کرنے کا ذریعہ ہے، جو کہ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔
(۱)......جسم اور بدن کی صفائی کے لئے شریعت نے غسل کی تعلیم دی ہے، جس میں پورے جسم کی صفائی آ جاتی ہے؛ اور پورے جسم کا غسل کرنا ہر شخص کے لیے ہر روز مشکل ہے، اس لیے شریعت نے صفائی سُتھرائی کے لیے جسم کے بعض مخصوص حصوں کو روزانہ صاف سُتھرا رکھنے کا ایک جامع نظام پیش کیا ہے؛ چنانچہ منہ کی صفائی کے لئے مسواک کو اور ہاتھ پاؤں کی صفائی کے لئے مختلف اوقات میں ہاتھ دھونے کی تعلیم دی ہے۔
اور اسی کے ساتھ جسم کے وہ مخصوص حصے جہاں میل کچیل جمع ہونے کے زیادہ امکانات ہیں، اُن کے لیے ایسا دستور پیش کیا ہے، جس سے اُن مقامات پر میل کچیل جمع ہونے سے حفاظت ہو جائے۔
چنانچہ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹنے اور جسم کے مخصوص حصوں کے بال دُور کرنے کو مقرر کیا ہے، اور جہاں انسان رہائش اختیار کرتا ہے، اس کی صفائی کی بھی تعلیم دی ہے، جس میں جسمانی صحت کے علاوہ روحانی صحت کا بھی لحاظ کیا گیا ہے، کہ ان چیزوں کو شریعت نے عبادت وثواب قرار دیا ہے، اور روحانی پاکیزگی کے ساتھ ظاہر کی صفائی کا تعلق قائم کیا ہے۔
اور طبی اعتبار سے صحت کی حفاظت کے لئے بھی ان چیزوں کی صفائی ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔
چنانچہ اطباء کا کہنا ہے کہ تندرست رہنے کے لئے ہر چیز میں صفائی بہت ضروری ہے، اس کا لحاظ کئے بغیر اچھی غذائیں، قیمتی اور اعلیٰ درجے کے لباس صحت برقرار رکھنے کے لئے کافی نہیں۔

(۲)......شریعت نے ہفتہ بھر میں کم از کم ایک مرتبہ، اور وہ بھی جمعہ کا دن ہو تو بہتر ہے اہتمام کے ساتھ کرنے غسل کرنے کی تعلیم دی ہے، جس کا ذکر ہم نے غسل کے آداب میں کر دیا ہے۔

(۳)......اسی طرح شریعت کی طرف سے لباس کو بھی صاف ستھرا رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، جس کا ذکر ہم نے لباس کے آداب میں کر دیا ہے۔

(۴)......شریعت کی طرف سے منہ کی صفائی کے لئے ہر نماز کے لئے وضو کرتے وقت پانچ مرتبہ مسواک کی تعلیم دی گئی ہے، اور مسواک پر عظیم الشان فضائل بتلائے گئے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

اَلسِّوَاکُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ (بخاری، نسائی، ابنِ ماجه، مسند احمد)

مسواک منہ کی صفائی اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رضا کا ذریعہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَهٗ بَدَاً بِالسِّوَاکِ (صحیح مسلم، مسند احمد، صحیح ابن حبان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کو سونے سے پہلے، سو کر اٹھنے کے بعد، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور دیگر مختلف کئی اوقات میں مسواک کرنا ثابت ہے۔

منہ اور دانتوں کی صفائی سے جہاں ایک طرف دانت صاف ستھرے رہتے اور خوبصورتی اور دوسروں کی کشش کا باعث ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ کیڑا لگنے اور میل کچیل سے محفوظ ہو کر ایک لمبی مدت تک پائیدار اور مضبوط ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ کئی بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

اگر منہ گندہ ہو تو غذاء منہ سے گندگی کو لے کر معدہ میں جاتی ہے اور انسان طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۵)......شریعت میں ہاتھوں کو صاف ستھرا رکھنے کی بھی خاص تعلیم دی گئی ہے، ہاتھ انسان کے روزانہ کے بہت سارے کاموں میں استعمال ہوتے ہیں، ہاتھوں ہی سے چیزوں کو پکڑا جاتا ہے،

کوئی چیز بازار سے خریدنی ہوتی ہے تو ہاتھوں سے ہی پکڑ کر خریدی جاتی ہے، جو کام بھی کیا جاتا ہے، زیادہ تَر ہاتھوں کے ذریعے سے ہی کیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے گندگی، میل کچیل اور جراثیم وغیرہ کا تعلق ہاتھوں کے ساتھ زیادہ رہتا ہے۔

ہاتھوں کو پاک صاف رکھنے والا انسان مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جب تم میں سے کوئی سو کر اُٹھے تو اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ (یعنی اچھی طرح) دھولیا کرے'' (مسند احمد، حدیث نمبر ۸۲۳۱)

رات کو سوتے میں ہاتھ کسی بھی ناپاک یا گندی جگہ لگ سکتا ہے اور وہ پھر دوسری چیز کی ناپاکی یا گندگی اور بیماری کا باعث ہوسکتا ہے، مثلاً سوتے میں ہاتھ کسی زخم یا کسی دانے پر لگ جائے یا شرمگاہ پر لگ جائے، یا کوئی زہریلا جانور گزر جائے، یا سوتے ہوئے کسی جگہ ہاتھ لگنے سے جراثیم لگ جائیں، اس لئے سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اسی طرح شریعت نے کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کی تعلیم دی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا:

''کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھو لینے سے برکت ہوتی ہے'' (ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۲۶۹)

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی صورت میں صاف ستھرے ہاتھوں سے کھانا کھانے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، جس میں دنیا و آخرت کی بہت سی حکمتیں ہیں، اور کھانا کھاتے وقت کچھ کھانے کا حصہ ہاتھوں پر لگا رہ جاتا ہے، جس کے بعد ان ہاتھوں کے مختلف چیزوں پر لگنے سے دوسری چیزیں بھی گندی ہوسکتی ہیں، اور ان ہاتھوں پر مکھی، مچھر وغیرہ کے آنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، نیز اسی حال میں سو جانے سے کسی مضر چیز کے کھانے کے اثرات پر آ کر نقصان کا اندیشہ ہے۔

ان سب چیزوں کا حل شریعت نے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے عمل کے ذریعہ تجویز فرما دیا ہے۔

اسی طرح پیشاب پاخانہ سے فراغت پر ہاتھوں کو اچھی طرح دھونے کی تعلیم دی گئی ہے، کیونکہ پیشاب پاخانہ کے وقت ہاتھوں کا ناپاکی وغلاظت سے واسطہ پڑتا ہے۔

(۶)...... ہفتے میں ایک دن ہاتھوں اور پاؤں کی اُنگلیوں کے ناخُن کاٹ لینے چاہئیں، اور ناخُن کاٹنے کے لیے جمعہ کا دن زیادہ بہتر ہے، اور چالیس دن سے زیادہ ناخن نہ کاٹنا گناہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

> مونچھیں اور ناخن تراشنے اور زیر بغل وزیر ناف بال صاف کرنے میں ہمارے لئے چالیس روز کی حد مقرر کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ وقت ہم نہ چھوڑیں (مسلم حدیث نمبر ۳۷۹، باب خصال الفطرۃ)

لمبے لمبے ناخُن رکھنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں، ناخُن نہ کاٹنے سے ان میں میل جمع ہوجاتی ہے، اور اگر زیادہ دِنوں تک ناخُن نہ کاٹے جائیں تو ان کے نیچے تہہ بہ تہہ میل جمتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات جسم کو نقصان پہنچانے والے جراثیم بھی تیار ہوجاتے ہیں۔

(۷)......زیرِ بغل اور زیرِ ناف بالوں کو بھی ہفتہ میں ایک مرتبہ کاٹ لینا بہتر ہے، اور جمعہ کا دن ہو تو زیادہ بہتر ہے، جسم کے ان دونوں حصوں میں عام طور پر میل کچیل جمع ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت نے زیرِ ناف اور زیرِ بغل بالوں کو صاف کرنے کی تعلیم دی، تاکہ میل کچیل اور گندگی سے جسم محفوظ رہے۔

(۸)......شریعت نے جو حکم ناخنوں اور زیرِ ناف اور زیرِ بغل بالوں کا بیان کیا ہے، وہی حکم مَردوں کے لیے مونچھوں کا بھی بیان کیا ہے؛ مونچھوں کا مقام چہرے پر ایسی جگہ ہے کہ اُس کے اوپر ناک واقع ہے، اور نیچے منہ؛ ناک سے آنے والی رطوبت اور سانس سے اور منہ کے ذریعے کھانے پینے والی چیزوں سے مونچھوں کے بال ملوّث ہونے کا امکان ہوتا ہے، اور جب ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ مونچھوں کو صاف کرلیا جائے گا تو صفائی سُتھرائی کا لحاظ ہوگا۔

(۹)......سَر کے بالوں کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اُن کی صفائی سُتھرائی کا خاص اہتمام کیا جائے، حضور ﷺ بالوں میں کنگھا فرمایا کرتے تھے اور تیل کا استعمال بھی فرمایا کرتے تھے

اس عمل سے بالوں کا گرد وغبار اور میل کچیل دُور ہوجاتا ہے، بالوں میں جویں پڑنے سے حفاظت رہتی ہے، اور اگر کوئی مَرد سَر پر بال رکھے تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ اُن کی صفائی سُتھرائی کا خاص اہتمام کرے اور اگر یہ نہ کر سکے تو پھر بالوں کو منڈوا دے۔

(۱۰)......حضور ﷺ عام طور پر ہر روز رات کو سونے سے پہلے آنکھوں میں سُرمہ لگا لیا کرتے تھے، سُرمے سے جہاں آنکھوں کی زینت پیدا ہوتی ہے، اُسی کے ساتھ سُرمے سے آنکھوں کا میل کچیل بھی دُور ہوجاتا ہے۔

(۱۱)......حضور ﷺ نے کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانک کر رکھنے کی بھی تعلیم فرمائی ہے، تاکہ چیزیں شیطانی اور دوسرے مُضر اَثرات سے محفوظ رہیں۔

(۱۲)......ممکن ہو تو روزانہ گھر کی صفائی کرنی چاہیے، اور وقتاً فوقتاً حسبِ حیثیت گھر میں چونا وغیرہ کرنا چاہیے، اور ہمیشہ ایک جگہ رہنے والی چیزوں کو ہٹا کر ان کے نیچے سے خوب اچھی طرح صفائی کرنی چاہیے۔

صفائی کرنے کے بعد کوڑے کو جمع کر لینا چاہیے اور گھر کے کسی ایک طرف ڈھک کر رکھ دینا چاہیے، اور موقعہ ملنے پر کوڑے والی مخصوص جگہ پہنچا دینا چاہیے۔

گھر میں یا گھر سے باہر ایسی جگہ کوڑا رکھنا جو دوسروں کی تکلیف کا باعث ہو مثلاً آمد و رفت والے کی نظر پڑے، یا چلتے پھرتے ہوئے پیروں میں آئے یا اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کی جگہ کے قریب ہو، اسلامی معاشرت کے خلاف ہے، اور بعض اوقات اس پر کوئی موذی جانور بھی آجاتا ہے، جو تکلیف کا باعث ہوسکتا ہے، نیز بعض اوقات کوڑے کے خراب ہونے سے اس کی بدبو اور جراثیم پھیلتے ہیں، جو تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔

ان سب چیزوں سے واضح ہوا کہ شریعت نے ہر ہر موقعے پر صفائی اور سُتھرائی کی تعلیم دی ہے، اور اُس کو پسند کیا ہے۔

سونے جاگنے کے آداب

انسانی تندرستی اور صحت کو باقی رکھنے کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں، ان میں سے نیند و بیداری یعنی سونا اور جاگنا بھی ہے۔

مناسب مقدار میں سونے اور نیند کرنے سے انسان کے جسم کو پوری طرح آرام حاصل ہوتا ہے، تھکا ہوا جسم سو کر بیدار ہونے کے بعد چست و چالاک ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(۱)...... نیند کے لئے مناسب وقت اور مناسب کیفیت کے ساتھ ساتھ مناسب مقدار کا لحاظ نہایت ضروری ہے، اگر نیند مناسب مقدار میں حاصل نہ کی جائے تو سستی و کاہلی کے علاوہ سر درد ضعفِ دماغ، ضعفِ نظر کی شکایت ہو جاتی ہے اور یہاں تک کہ دیوانگی کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

(۲)......عمر کی مختلف حالتوں میں مناسب نیند کی مقدار بھی طبی اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، چنانچہ بچوں کو جسمی نشو و نما کے لئے زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے، چھوٹے دودھ پیتے بچوں کے لئے دن ورات میں تقریباً سولہ گھنٹے سونا مناسب مقدار کہلاتا ہے، عمر بڑھنے کے ساتھ نیند کی مقدار کم ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ چار سال سے آٹھ سال تک کے بچوں کے لئے تقریباً بارہ گھنٹے روزانہ سونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، اور آٹھ سال سے بیس اکیس سال کی عمر تک روازنہ نو دس گھنٹے سونا کافی ہوتا ہے، اور جوانی کی عمر میں پچاس سال کی عمر تک روزانہ کم از کم چھ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔

عام حالات میں چھ گھنٹے سے کم سونے کی عادت بنانے سے تندرستی میں خلل پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔

پچاس سال کے بعد انسان میں کمزوری آ جاتی ہے اس لئے اُسے زیادہ آرام کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس عمر کے بعد آٹھ، دس گھنٹے روزانہ سونا چاہئے۔

عموماً خواتین کو مرد حضرات کے مقابلہ میں زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے اگر کسی کی طبعی اور مناسب نیند کی مقدار میں غیر معمولی خلل واقع ہوجائے مثلاً نیند اچاٹ ہوجائے یا نیند میں غیر معمولی زیادتی ہوجائے تو یہ بیماری کہلاتی ہے۔

(۳)......اللہ تعالیٰ نے دن کام کے لئے اور رات آرام کے لئے بنائی ہے، اسی لئے رات کے وقت سونا فطرت کے عین مطابق ہے، بلکہ رات کا عشاء کے بعد والے حصہ میں سونا بعض اطباء کی تحقیق کے مطابق رات کے آخری حصہ میں سونے سے بھی زیادہ مفید ہے۔

آج کل شہروں میں عام طور پر رات کو دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے دن میں پڑے رہنے کی عادت ہوگئی ہے، جو لوگ رات کو رنگ رلیوں میں گزارتے اور دن کو بستر پر پڑے سوتے خراٹے لیتے رہتے ہیں ان کی تندرستی خراب ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ ویسے بھی دن کو سونے کی عادت ڈالنا اچھا نہیں ہے، البتہ اگر دماغی یا جسمانی محنت کرنے والے افراد گرمیوں میں دوپہر کے وقت کچھ دیر سوئیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے، ان کو دوپہر کو سونے سے تھکن دور ہوجاتی ہے، اور نئے سرے سے کام کرنے کی طاقت لوٹ آتی ہے، اور اگر عام لوگ بھی دوپہر کو کچھ تھوڑا بہت لیٹ کر آرام کرلیں اگرچہ سوئیں نہیں اور تھوڑی دیر ہی کیوں نہ ہو تو یہ بھی حضور ﷺ کی سنت اور بہت مفید عمل ہے، لیکن بلاضرورت دیر تک سوتے رہنے کی عادت نقصان سے خالی نہیں۔

رات کا وقت نیند کے لئے سب سے بہترین اور موزوں ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ رات کو جلدی سونے کی عادت بنائیں تاکہ رات رات کے حصہ ہی میں نیند کی مناسب مقدار پوری ہوجائے، دن کو سونے کی عادت بنا لینے سے نزلہ کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، بدن کا رنگ بگڑ جاتا ہے، اعصاب ڈھیلے ہوجاتے ہیں، بدن میں کاہلی اور سستی پیدا ہوجاتی ہے، بھوک کمزور ہوجاتی ہے، عموماً دن کے وقت کی نیند ٹوٹ ٹوٹ کر آتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں رات کی نیند کامل، مسلسل اور گہری ہوتی ہے، جو لوگ دن کو سونے کے عادی ہوں انہیں ایک دم اس عادت کو ختم نہیں کرنا چاہئے، ورنہ ہضم میں بگاڑ وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ روزانہ تھوڑا تھوڑا کم کرکے یا ناغہ کرکے اس عادت کو ختم کرنا چاہئے۔

(۴)......کھانا کھاتے ہی فوراً سوجانا یا بھوک لگے ہوئے ہونے کی حالت میں سونا بھی صحت کے

لئے فائدہ مند نہیں۔

(۵)......مناسب ہے کہ کھانے کے کم از کم دو تین گھنٹے بعد سویا جائے۔

(۶)......طبی لحاظ سے بہترین نیند وہ ہے جو گہری ہو اور اس وقت کی جائے جبکہ غذا پیٹ کے اوپر والے حصہ سے نیچے اتر چکی ہو، اور یہ کھانے کے کم از کم دو تین گھنٹے بعد ہی ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں، اگر غذا کے ہضم ہونے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو انسان کو چاہئے کہ پہلے کچھ دیر چہل قدمی کر لے، اس کے بعد سونے کے عمل میں مشغول ہو۔

(۷)......رات کو درختوں کے نیچے سونے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ رات کو درخت اپنے اندر سے زہریلی ہوا خارج کرتے ہیں، جو انسان کی تندرستی کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۸)...... اسی طرح کپڑے سے منہ پوری طرح ڈھک کر سونے کی عادت بھی نہیں ڈالنی چاہئے، اس طرح سانس سے نکلی ہوئی خراب زہریلی ہوا بند رہ کر دوبارہ سانس کے ذریعہ اندر پہنچ کر بیماری کا باعث ہو جاتی ہے۔

(۹)......سوتے ہوئے ہونے کی حالت میں منہ کا اندرونی حصہ کھلا رکھنا اچھا نہیں، اس لئے منہ بند کر کے سونا چاہئے۔

(۱۰)......سخت چیز (مثلاً نرم بستر کے بغیر) فرش یا تخت وغیرہ پر سونا عام حالات میں نقصان دہ ہے، اس سے فالج وغیرہ کی بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، کیونکہ زمین یا فرش و تخت وغیرہ کی سختی سے جسم کے اعصاب رگڑ کھاتے ہیں، اور زمین کی ٹھنڈک اعصاب تک پہنچتی ہے، زمین کی نمی جسم کو پہنچنے سے گھٹیا، بخار، اور بدہضمی وغیرہ پیدا ہو سکتی ہے۔

(۱۱)......اگر ممکن ہو تو ایک دوسرے سے دور ہو کر سونا چاہئے تاکہ ایک دوسرے کے سانس کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں۔

(۱۲)......سونے کی بہترین کیفیت یہ ہے کہ پہلے دائیں کروٹ پر سوئے، پھر بائیں کروٹ پر لوٹ آئے، دائیں کروٹ پر سنت اور بائیں کروٹ پر سونا شرعاً جائز اور طبی اعتبار سے مفید ہے، اور مذکورہ طریقہ پر سونے سے دونوں مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔

(۱۳)......اُلٹا لیٹنے سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، بعض حالات میں طبی لحاظ سے ہضم میں معین مگر آنکھوں کے لئے مضر قرار دیا گیا ہے۔

(۱۴)...... چت یعنی سیدھا لیٹنا شرعاً جائز ہے، مگر اطباء نے اس کو مختلف بیماریاں پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

(۱۵)......رات کو سونے سے پہلے دانت اور منہ ہاتھ صاف کر کے سونا چاہئے۔

(۱۶)......ایسی کھلی چھتوں پر سونے سے پرہیز کیجئے جہاں کوئی منڈیر اور دیوار وغیرہ نہ ہو۔

(۱۷)...... جب کوئی بُرا خواب نظر آئے، تو تین بار بائیں طرف تُھتکار دینا چاہیے، اور کروٹ بدل لینی چاہیے، اور تین مرتبہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھ لینی چاہیے۔

اور اس قسم کے الفاظ کہہ دینے چاہئیں کہ میں اس خواب کے شَر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور کسی سے یہ خواب بیان نہیں کرنا چاہیے اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہ ہوگا (مسلم)

(۱۸)...... نیند سے بیدار ہوتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور آنکھوں کو مَل لینا چاہئے، اس سے نیند کا خمار دور ہو جاتا ہے (شمائلِ ترمذی)

(۱۹)...... جب نیند سے بیدار ہوں تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَااَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرِ

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ہمارے مر جانے کے بعد زندہ کیا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (بخاری، ابوداؤد، نسائی)

(۲۰)...... جب بھی سو کر اٹھیں تو مسواک کر لینا سنت ہے (ابوداؤد، مسندِ احمد)

اور جب وضو کریں تو وضو کے وقت مسواک کرنا الگ سنت ہے۔

(۲۱)......سو کر اٹھنے کے بعد اپنا بستر اٹھا دینا چاہئے، اور چار پائی وغیرہ راستے میں ہو تو اسے وہاں سے ہٹا دینا چاہئے۔

پیشاب پاخانے کے آداب

(۱)......جس وقت بھی رفعِ حاجت کا تقاضا ہو، بلا تاخیر اس تقاضے کو پورا کرنا چاہئے اور اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے ،بعض لوگ کام کاج میں مصروف ہونے کی وجہ سے پیشاب پاخانہ کی حاجتیں پوری کرنے میں دیر کر دیتے ہیں، خاص طور پر جب کسی دوسرے کے یہاں ہوں،خواتین اس سلسلہ میں شرم کی وجہ سے کوتاہی کرتی ہیں اور بروقت رفع حاجت نہیں کر پاتیں ،بعض لوگ وضو برقرار رکھنے کے لئے رفعِ حاجت میں تاخیر کر دیتے ہیں، ایسا کرنے سے تندرستی خراب ہوجاتی ہے صحت بگڑنے لگتی ہے، کیونکہ پیشاب پاخانہ انسانی جسم کے لئے فضلہ اور بے کار چیزیں ہیں ،اس لئے ان کے جسم میں غیر ضروری وقت تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے خراب ہوا اور گیس پیدا ہوتی ہے، نیز اس کا زہر خون میں مل کر طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں چنانچہ ان حاجتوں کو غیر ضروری وقت تک روکنے کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ سر میں درد ہونے لگتا ہے، اس کے علاوہ طبیعت سست ہوجاتی ہے، کام کاج کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

پاخانہ بار بار روکنے کی وجہ سے آنتیں کمزور ہوجاتی ہیں اور قبض رہنے لگتا ہے، جو پھر خود کئی بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

پیشاب کو بار بار روکنے کی وجہ سے مثانہ کمزور ہوجاتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مثانہ میں پیشاب کو روکے رکھنے کی طاقت ہی نہیں رہتی، اور پیشاب قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے پاکی اور وضو برقرار رکھنے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں اور نماز پڑھنے میں بھی دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

(۲)...... صبح کو نیند سے جاگنے کے بعد سب سے پہلے پیشاب، پاخانے سے فارغ ہونا چاہئے، کیونکہ جو کچھ روزانہ کھایا پیا جاتا ہے اس کا بہترین حصہ جسم کی غذاء بن جاتا ہے، باقی خراب حصہ پیشاب، پاخانے کی شکل میں آنتوں اور مثانہ میں جمع رہتا ہے، رات بھر سونے اور لمبے وقفہ کی وجہ سے اس کو صبح نیند سے اٹھتے ہی خارج کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

(۳)......آنتوں اور پیٹ میں پیدا ہونے والی ہوا یعنی ریح/گیس کو نکلنے سے روکنا بھی صحت اور تندرستی کے لئے نقصان دہ ہے۔

غیر ضروری ہوا کو نکلنے سے روکنے کا پہلا اثر دماغ پر یہ پیدا ہوتا ہے، کہ سر میں درد ہونے لگتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۴)...... دوسرے لوگوں کی موجودگی میں آواز سے ریح خارج کرنا بدتہذیبی سمجھا جاتا ہے اور بعض اوقات ریح کی بُو سے دوسروں کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، اس لئے ریح خارج کرتے وقت دوسروں کا لحاظ کرنا چاہئے، ایسا موقع ہو تو وہاں سے کسی بہانہ سے اٹھ کر ریح خارج کر دینا بہتر ہے، اگر کسی کی ریح میں مستقل غیر ضروری بدبو رہتی ہو اُسے کسی مناسب معالج سے علاج کرانا چاہئے۔

(۵)......حضور ﷺ سر ڈھانک کر اور جوتا پہن کر بیت الخلاء تشریف لے جاتے تھے (ابنِ سعد)

لہٰذا آپ کی اتباع میں ایسا کرنا سنت ہے۔

(۶)...... پیشاب پاخانہ کے لئے رفعِ حاجت والی جگہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

ترجمہ: اے اللہ میں خبیث شیاطین مَردوں اور عورتوں آپ کی پناہ لیتا ہوں (بخاری، حدیث نمبر ۱۳۹)

(۷)...... بیتُ الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھنا چاہیے، اور بیتُ الخلاء سے باہر آتے وقت پہلے سیدھا پاؤں باہر نکالنا چاہیے۔

(۸)...... پیشاب پاخانہ کے وقت نجاست سے اپنے لباس اور بدن کو بچانے کا اہتمام بہت ضروری ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے عذاب کا ایک بڑا سبب پیشاب کی چھینٹوں سے حفاظت نہ کرنا ہے۔

(۹)...... پیشاب پاخانہ کے لئے بلاضرورت دیر تک بیٹھے رہنا پسندیدہ عمل نہیں، اس سے کئی

جسمانی وروحانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

البتہ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اطمینان کے ساتھ فراغت حاصل کی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ استنجاء کرنے کے بعد نجاست کا کوئی حصہ برآمد ہوکر ناپاکی کا باعث بن جائے۔

(۱۰)...... پیشاب پاخانہ کرتے وقت بلاضرورت کسی سے بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت یا حدیث اور متبرک چیز کا زبان سے پڑھنا، سلام کرنا یا سلام اور اذان کا یا چھینک کا جواب دینا درست نہیں، ان چیزوں سے بچنا چاہیے۔

البتہ دل ہی دل میں چھینک وغیرہ کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

(۱۲)...... بیت الخلاء میں ایسی چیز ساتھ لے جانا جس پر کوئی آیت یا حدیث یا دعا یا اللہ تعالیٰ یا انبیائے کرام علیہم السلام یا کسی فرشتہ یا کسی معظم چیز کا نام ہو، درست نہیں، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو، یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو، تو حرج نہیں۔

(۱۴)...... قضائے حاجت کے وقت اپنے بدن یا شرمگاہ سے چھیڑ چھاڑ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے

(۱۵)...... پیشاب پاخانہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر کرنا چاہیے، بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہوکر کرنا درست نہیں ہے۔

آج کل پیشاب پاخانہ کے لئے انگریزی طرز کی کرسی نما سیٹیں رائج ہیں، جو اصل میں تو مریضوں اور بیماروں کے لئے کارآمد ہیں، لیکن جدید فیشن میں ان کا بلاضرورت استعمال شروع ہوگیا ہے، جو اسلامی طریقہ نہیں، اوراس کے علاوہ اس میں جسم یا لباس کے ناپاک ہونے کے بھی زیادہ خطرات ہوتے ہیں، اس لئے بلاضرورت اس کو اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۱۷)...... قبلہ کی طرف رُخ کرکے یا پشت کرکے پیشاب پاخانہ کرنا گناہ اور منع ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بیت الخلاء کا رُخ بھی اس طرز پر بنانا یا بنوانا درست نہیں، جس میں بیٹھنے والے کا رُخ یا پشت قبلہ کی طرف ہو، اگر ایسے طرز پر بیت الخلاء بنا دیا گیا تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے، ورنہ کم از کم قضائے

حاجت کے وقت اپنا رُخ یا پشت قبلہ کی طرف سے کسی قدر پھیر لینا چاہئے۔

(۱۸)...... پیشاب پاخانہ کے وقت جسم کے تمام کپڑے اتار کر برہنہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ بقدرِ ضرورت کپڑے اتارنے پر اکتفاء کرنا چاہئے، اور جتنا بدن ننگا کرنے کی ضرورت ہو، تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچے ہوکر یہ عمل کریں، اُتنا ہی بہتر ہے (ترمذی،ابوداؤد)

(۱۹)...... پیشاب پاخانہ سے فارغ ہوکر اچھی طرح پانی سے استنجا کر کے نجاست کو دور کر لینا چاہئے

(۲۰)......استنجا کرنے کے لئے استعمال ہونے والے برتن (لوٹے وغیرہ) کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(۲۱)...... استنجا کرتے وقت شرمگاہ پر داہنا لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور حتی الامکان بائیں ہاتھ کواستعمال کرنا چاہئے۔

(۲۲)...... پیشاب پاخانہ سے فراغت کے بعد پانی استعمال کرنے سے پہلے ڈھیلا استعمال کر لینا بہتر ہے، آج کل شہروں میں ڈھیلوں کی دستیابی عام حالات میں مشکل ہوتی ہے، اور فراغت کے بعد ان کو سنبھالنا بھی مشکل ہوتا ہے، اس وجہ سے ڈھیلوں کی جگہ ٹوائلٹ پیپر استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

(۲۳)......اگر آپ ریل وغیرہ میں سفر کر رہے ہوں، اسٹیشن وغیرہ پر ریل کے ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں پیشاب پاخانہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۲۴)......استنجاء سے فراغت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے جتنا جلدی ممکن ہو اپنی شرمگاہ کو کپڑے سے چھپا لینا چاہئے (ردالمختار)

(۲۵)...... ہوسکے تو بیت الخلاء میں آمدورفت کے لئے جوتے مخصوص رکھنا چاہئے، اس میں سہولت رہتی ہے، اور عام حالات میں استعمال ہونے والے جوتے نجاست سے محفوظ رہتے ہیں، نیز بیت الخلاء سے نکلتے وقت نجاست وغلاظت وغیرہ دوسرے مقامات پر لگنے سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

(۲۶)......بیتُ الخلاء سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْأَذٰی وَعَافَانِیْ

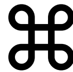
اوراگرکسی کو پوری دعا یاد نہ ہوتو صرف یہ الفاظ بھی پڑھے جاسکتے ہیں:

غُفْرَانَکَ

(۲۷)......استنجاسے فراغت پا کر اپنے ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے دھو لینا بہتر ہے (ردالمحتار)

(۲۸)......بیت الخلاء اگر اس طرز کا ہو کہ اس سے پانی وغیرہ ڈال کر غلاظت کو بہایا جاتا ہو (جیسا کہ آجکل کے فلیش) تو فراغت پر پانی ڈال کر غلاظت کا بہا دینا ضروری ہے، اسی طرح چھوڑ کر باہر آجانا دوسرے کی تکلیف کا باعث اور گناہ ہے، اور اگر بہایا نہ جاتا ہوں تو مٹی، راکھ وغیرہ ڈال کر اس کو چھپا دینا چاہئے۔





Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

غسل کرنے کے آداب

(۱)......جسم کی طہارت ونظافت کے لیے شریعت نے بڑی اہمیت بیان کی ہے، اور پورے جسم کی طہارت ونظافت کی ایک اہم صورت غسل کرنا ہے، جس کی طبی اعتبار سے بھی اہمیت وضرورت مسلَّم ہے۔

(۲)......اگر مناسب وقت پر اور مناسب طریقہ پر غسل کرنے کا معمول بنایا جائے تو نہ صرف یہ کہ جسم صاف ستھرا رہتا ہے، اور چستی اور چالاکی ،طبیعت میں بشاشت اور تازگی پیدا ہوتی ہے اور طبیعت خوش وخرم رہتی ہے، بلکہ اسی کے ساتھ بہت سی بیماریوں سے بھی چھٹکارا مل جاتا ہے، اور نئی پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔

اور اگر مناسب وقت اور مناسب طریقہ پر نہانے کے معمول میں کوتاہی کی جائے تو انسان کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، چنانچہ ایسا شخص سست رہتا ہے، طبیعت میں بوجھ رہتا ہے، خارش وغیرہ جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۳)......شرعی اعتبار سے ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کر لینا سنت ہے، اور اُس میں بھی جمعہ کا دن منتخب کرنا ایک مستقل سنت ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہفتے میں ایک سے زیادہ مرتبہ غسل کرنا کوئی گناہ کا کام ہے؛ کیونکہ ہر شخص کو روزمرہ غسل کرنا مشکل ہے، اور شریعت کی تعلیم سب انسانوں کے لیے عام ہوتی ہے، اس لیے ہفتے میں ایک مرتبہ غسل کو سنت قرار دے کر سب لوگوں کی سہولت اور رعایت رکھی گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> اللہ تعالیٰ کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، اُس میں اپنے سر اور پورے جسم کو دھوئے (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۰۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ہر مسلمان پر حق (سنت) ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، جس

طرح (اہتمام کے ساتھ) جنابت کا غسل کیا جاتا ہے، اُس میں اپنے پورے جسم اور سر کو دھوئے، یہ غسل جمعہ کے دن کرے (مسند طیالسی، حدیث نمبر ۲۶۸۴)

(۴)......اگر کوئی شخص روزانہ غسل کی عادت بنائے، تو بھی گناہ نہیں، بلکہ طبی اعتبار سے تو روزمرہ کم ازکم ایک مرتبہ غسل کرنا زیادہ مفید اور بہتر قرار دیا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر دو مرتبہ، اور یہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں دو تین مرتبہ یا کم ازکم ایک مرتبہ تو غسل کر ہی لینا چاہیے۔

(۵)......طبی لحاظ سے غسل روزانہ موسم کی مناسبت سے گرم یا سرد پانی سے مناسب وقت پر کرنا زیادہ مفید ہے۔

(۶)......غسل کا سب سے عمدہ وقت طبی لحاظ سے صبح کا رفعِ حاجت کے بعد ہے، یا پھر شام کو کھانا کھانے سے پہلے کا۔

(۷)......ایک تندرست اور نوجوان انسان کے لئے عام حالات میں ٹھنڈے پانی سے نہانا زیادہ موزوں ہے، خصوصاً گرمی کے موسم میں تو ٹھنڈے پانی ہی سے غسل کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے، کیونکہ جوانی اور تندرستی میں جسم زیادہ کام کاج کرتا ہے، جس کی وجہ سے جسم میں تحلیل کا عمل زیادہ ہوتا رہتا ہے، اور ٹھنڈے پانی کے غسل سے اس تحلیل کے عمل کو کم کیا جاسکتا ہے، اور تندرستی و جوانی کو دیر تک قائم رکھا جاسکتا ہے۔

ٹھنڈے پانی سے نہانے کی عادت سے جسم میں سردی کو برداشت کرنے اور سردی کا مقابلہ کرنے کی طاقت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور نزلہ وزکام کم ہوتا ہے، البتہ چھوٹے بچوں، بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے کمزوری میں مبتلا اشخاص اور اسی طرح حاملہ خواتین، اسہال (دست) پیچش اور جوڑوں کے دردوں کے مریضوں کو عام حالات میں اور خصوصاً سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے بجائے ہلکے گرم (نیم گرم) پانی سے غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(۸)......نہاتے وقت جسم کو اچھی طرح مَل لینا چاہیئے، تاکہ میل کچیل اور گرد وغبار دور ہو کر بدن کے مسامات کھل جائیں، اور خون کے دورانیہ میں حرکت پیدا ہو جائے۔

(۹)......نہاتے وقت بدن کے صرف اوپر، اوپر سے بہت سا پانی بہا کر ضائع کر دینا اور جسم کو مَلے

بغیر غسل مکمل سمجھ لینا غلط ہے، اس طرح کے غسل سے وقتی طور پر جسم میں کچھ چستی اور تازگی تو پیدا ہوسکتی ہے، لیکن غسل کرنے کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۰)......غسل کرنے کے بعد جسم کو صاف ستھرے، کھردرے اور خشک کپڑے سے صاف کرلینا چاہیئے، تاکہ باقی ماندہ میل کچیل صاف ہوکر جلدی مسامات کُھل جائیں، نہادھوکر بدن کو گندے کپڑے سے صاف کرلینا غسل کے اصل مقصد کو فوت کردیتا ہے۔

(۱۱)......نہانے کے لئے پاک وصاف پانی استعمال کرنا چاہیئے، تازہ پانی سے غسل کرنا زیادہ فائدہ مند ہے، جوہڑ اور تالاب کا گندا پانی غسل کرنے کے لئے بالکل بھی موزوں نہیں۔

(۱۲)......غسل کھلی جگہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے، کیونکہ کسی کو ننگا جسم دکھانا شرعاً بھی صحیح نہیں، اور کھلی فضامیں گرد وغبار اورمٹی وغیرہ جسم پر پڑنے کی وجہ سے صفائی کا مقصد فوت ہوسکتا ہے۔

(۱۳)......جس جگہ کمرہ وغیرہ میں غسل کررہے ہوں اگر اس کا درجہ حرارت باہر کی فضا سے گرم ہو تو اندر ہی سے کپڑے پہن کر باہر نکلنا چاہیئے۔

(۱۴)......دماغی وجسمانی محنت کا کام کرنے اور کھیل کوداور ورزش کرنے اور سفر سے آنے کے فوراً بعد طبی لحاظ سے نہانا مناسب نہیں، تھوڑا بہت وقفہ کرلینا چاہیئے تاکہ جسم کی حرکات اعتدال پر آجائیں

(۱۵)......اسی طرح کھانا کھانے کے فوراً بعد غسل کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے، اگر کھانا کھانے کے بعد غسل کرنا ہوتو بہتر ہے کہ دو یا تین گھنٹے بعد غسل کیا جائے۔

(۱۶)......غسل کرنے کے بعد میل کچیل والا لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۱۷)......غسل کرنے کے بعد تھوڑا بہت کچھ کھالینا چاہیئے۔

لباس کے آداب

اسلام کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہیں،لباس بھی ہماری معاشرت اور رہن سہن کا ایک اہم گوشہ ہے،اوراس کے متعلق بھی شریعت نے پاکیزہ احکامات وآداب فراہم کئے ہیں۔

(۱)......لباس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے،جس کے تین بنیادی فائدے ہیں:

(الف)......ستر پوشی کر کے فطری حیااور غیرت کے تقاضے کو پورا کرنا (لباس کا اولین اور بنیادی مقصد یہی ہے)**(ب)**......گرمی اور سردی وغیرہ موسموں کے مضر اثرات سے جسم کی آسائش وحفاظت کرنا **(ج)**......جسم کو زیبائش وآرائش اور حسن وجمال فراہم کرنا۔

لہٰذااس عظیم نعمت کی قدراوراس پرشکر کرنالازم ہے۔

(۲)......اعضائے مستورہ کو چھپانے اور گرمی وسردی سے جسم کی حفاظت کے لئے لباس کا پہننا انسان کی حاجت وآرائش میں داخل ہے اور جسم کی زیب وزینت وخوبصورتی کے لئے لباس کا پہننا زیبائش میں داخل ہے، جو نہ صرف جائز بلکہ عبادت ہے،اور تکبر ودِکھلاوے کے لئے لباس پہننا ،نمائش میں داخل ہے جوکہ گناہ ہے۔

(۳)......لباس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اتنا چھوٹا،باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہوجائیں،جن کا چھپانا واجب ہے، بلکہ لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے مکمل طور پر ستر پوشی ہوتی ہو، لہٰذاوہ لباس جواتنا چھوٹا اور مختصر ہو کہ ستر کی تمام حدود کا احاطہ نہ کرتا ہواور لباس پہننے کے باوجود جسم کے اعضائے مستورہ کھلے رہ جاتے ہوں،ناجائز ہے۔

اسی طرح وہ لباس جواگرچہ مکمل تو ہے کہ ستَر کی حدود کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہے لیکن اتنا باریک ہے کہ اس کے اندر سے بدن جھلکتا ہوادِکھائی دیتا ہے،وہ بھی ناجائز ہے۔

اسی طرح اگر لباس پورے بدن پر ہے اور اتنا باریک بھی نہیں کہ اس میں سے بدن جھلکتا ہو لیکن

چست ایسا ہے کہ بدن کے اوپر بالکل فِٹ ہے جس کی وجہ سے بدن کا حجم، بناوٹ اور اُبھار نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ وہ بھی ناجائز ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسا لباس پہننا جو مختصر یا باریک یا چست ہونے کی وجہ سے ستر کو نہ چھپاتا ہو لباس کے بنیادی اور اولین مقصد ستر پوشی کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

(۴)...... مَردوں کے ستر کا حصہ جس کو چھپانا ہر حال میں ضروری ہے وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہے، لہٰذا مَردوں کا لباس ایسا ہونا ضروری ہے جس میں ستر کا یہ حصہ پوری طرح چھپ جائے

(۵)...... ایک مسلمان عورت پر اپنے جسم کے ستر والے حصے (یعنی چہرے، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے سے نیچے تک پاؤں کے علاوہ) کو ایسے لباس سے چھپانا ضروری ہے جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے جسم نہ جھلکے اور اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ بدن کے حجم اور ابھار کو نمایاں نہ کرے اور اتنا مکمل ہو کہ چہرے، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے سے نیچے تک پاؤں کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے۔

حدیث شریف میں عریاں لباس پہننے والی خواتین کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود گویا ننگی ہیں اور اپنی اس بدعملی کی وجہ سے نہ جنت میں داخل ہونگی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکیں گی (بخاری و مسلم)

(۶)...... لباس ایسا پہننا چاہئے جو شرم و حیاء، غیرت و شرافت اور جسم کی ستر پوشی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرے، اور اسلامی تہذیب و سلیقہ اور زینت و جمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔

عمدہ لباس تقوے کا لباس ہے، تقوے کے لباس میں انسان کی باطنی پاکیزگی بھی داخل ہے، اور ظاہری لباس کی پاکیزگی اور پرہیز گاری بھی۔

لہٰذا ایسا لباس پہننا چاہئے جو نیک لوگوں کا لباس ہو، اور جو لباس کافروں اور فاسقوں کی مشابہت رکھتا ہو، خواہ وضع قطع کے اعتبار سے یا رنگ و روپ کے اعتبار سے، اس سے بچنا چاہئے۔

(۷)...... مَردوں کو عورتوں جیسا لباس پہننے اور عورتوں کو مَردوں جیسا لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ مرد و عورت کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔

(۸)......جس لباس سے تکبر وغرور کا اظہار ہوتا ہو، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ لباس کا انسان کے اخلاق اور اس کے دین وعمل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

(۹)......لباس اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق پہننا چاہئے۔

اپنی حیثیت سے نیچے گر کر اس میں بخل کا مظاہرہ کرنا درست نہیں، چنانچہ مالدار شخص کو اتنا گھٹیا لباس نہیں پہننا چاہئے جس سے دیکھنے والے اس کو غریب ومفلس سمجھیں۔

اسی طرح اپنی مالی حیثیت سے آگے بڑھ کر اس پر پیسہ خرچ کرنا اور اس کے نتیجہ میں اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنا یا دوسرے ضروری حقوق کو فوت کرنا درست نہیں۔

(۱۰)......مَردوں کے لیے شلوار، دھوتی، پتلون، پائجامہ وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا گناہ اور ٹخنوں سے اونچا رکھنا واجب ہے، لہٰذا مَردوں کو اپنا لباس ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہئے۔

(۱۱)......مَردوں کو ریشمی لباس پہننا جائز نہیں، گناہ ہے۔

(۱۲)......عام حالات میں صاف ستھرا اور سفید لباس پہننے کی کوشش کیجئے کہ حضور ﷺ نے اس کو پسند فرمایا ہے، البتہ کسی دوسرے رنگ کا لباس پہننا بھی گناہ نہیں جب تک اس میں کوئی خرابی مثلاً کسی دوسرے کی مشابہت نہ پائی جا رہی ہو۔

(۱۳)......مَردوں کو بالکل خالص سرخ لباس پہننا جائز نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱۴)......لباس پہنتے وقت سنت ہے کہ یہ دعا پڑھی جائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

ترجمہ: شکر ہے اس ذات کا جس نے مجھے لباس دیا جس کے ذریعہ میں اپنے ستر کا پردہ کروں اور زینت حاصل کروں''

(۱۵)......حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پیوند لگا ہوا لباس پہننا ثابت ہے، اس لئے بوقتِ ضرورت پیوند لگا ہوا لباس پہننا ثواب سے خالی نہیں، البتہ بلاضرورت اس کو اختیار کرنے سے اس لئے پرہیز کرنا چاہئے کہ آج کل یہ لوگوں کی توجہ کا باعث اور اس کی وجہ سے عجب و کبر اور ریا ونمود کا خدشہ ہے۔

(۱۶)......لباس پہنتے وقت دائیں جانب سے آغاز کرنا سنت ہے، مثلاً قمیص کرتا وغیرہ پہنیں تو پہلے داہنی آستین پہنیں، اور پھر بائیں آستین، اسی طرح پاجامہ وغیرہ پہنیں تو پہلے دائیں پیر میں ڈالیں پھر بائیں پیر میں۔

اور اتارتے وقت اس کے برعکس پہلے بائیں طرف سے اتارنا اور پھر دائیں طرف سے اتارنا سنت ہے۔ اور پاؤں میں جوتا پہنتے اور اتارتے وقت بھی یہی ترتیب اختیار کرنا سنت ہے۔

(۱۷)......لباس پہننے سے پہلے اس کو جھاڑ لینا چاہئے تاکہ اس میں کوئی موذی چیز ہو تو وہ نکل جائے

(۱۸)......مَردوں کو اپنے کرتہ وقمیص کی آستین گٹوں تک رکھنا سنت ہے۔

(۱۹)...... جب نیا لباس تیار کریں اور پرانے لباس کو پہننے کی ضرورت نہ رہے تو اس کو دوسرے ضرورت مندوں کو دے دینا چاہئے یا پھر گھر کی دوسری ضروریات میں استعمال کر لینا چاہئے، اس کو ویسے ہی پھینک دینا اور ضائع کر دینا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔

(۲۰)......مَردوں کے لئے لنگی اور پائجامہ (شلوار) دونوں میں سے کوئی ایک پہننا سنت ہے، حضور ﷺ نے اُس زمانے کے عام دستور کے باعث لنگی کا استعمال فرمایا ہے، لیکن پائجامہ کو بھی آپ نے پسند فرمایا، اور بعض روایات میں اس کے پہننے کا بھی ثبوت وفضیلت ہے، اور عام لوگوں کے حق میں لنگی کے مقابلہ میں پائجامہ میں ستر کا لحاظ رکھنا زیادہ سہل ہے (احسن الفتاویٰ ج۹ص۴۰ بتغیر)

(۲۱)......تنگ اور چست لباس پہننا شرعاً بھی پسندیدہ نہیں، اور اس سے جسم کو آرام بھی نہیں ملتا، اور وہ جلد پھٹ بھی جاتا ہے، یہی حال تنگ جوتے کا بھی ہے کہ اس سے پاؤں کو آرام نہیں ملتا، دباؤ پڑنے سے انگلیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں، نیز پاؤں زخمی ہو جاتا ہے۔

(۲۲)...... جوتے بھی ایک طرح سے لباس کا حصہ ہے، کیونکہ یہ جسم کے ایک مخصوص حصہ کی حفاظت کا کام دیتے ہیں، اس لئے عام حالات میں پاؤں میں جوتے بھی استعمال کرنا چاہئے، جوتوں کے بغیر چلنے پھرنے سے بعض اوقات ناپاکی یا گندگی پاؤں کو لگ جاتی ہے، بعض اوقات کوئی کانٹا وغیرہ لگ جاتا ہے، یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لیتا ہے۔

(۲۳)......اگر ممکن ہو تو جوتوں کو پاک اور صاف رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ جسم پر پاک لباس کا ہونا ویسے بھی اچھا عمل ہے، اور بعض اوقات ان کو پہن کر بعض ایسے اعمال انجام دینے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے جن کے لئے ان کا پاک ہونا ضروری ہے، مثلاً ان کو پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں جنازہ کی نماز پڑھنا۔

(۲۴)...... میلے کچیلے اور پسینے سے آلودہ کپڑے پہنے رکھنا شریعت کی تعلیم کے بھی خلاف ہے، اور طبی اعتبار سے تندرستی کے لئے بھی مضر ہے۔

(۲۵)......کپڑے پسینہ یا بارش سے بھیگے ہوئے ہوں تو بلا عذر ان کو زیادہ دیر تک جسم پر پہنے ہوئے رکھنا جسم کے لئے مضر ہو جاتا ہے، گیلے سیلے کپڑوں کے پہنے رہنے سے گھٹیا، بخار اور نزلہ وزکام کا خدشہ ہوتا ہے۔





چھینکنے،تھوکنے اور جمائی لینے کے آداب

(۱)...... چھینک انسان کے لئے باعثِ رحمت وراحت ہے،اس سے دماغ میں ہلکا پن اور قوتوں میں جلاء پیدا ہوتا ہے۔

اوراسی لئے چھینک آنے کے بعد شریعت نے الحمدللہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔

(۲)...... جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لیجئے اور دھیمی آواز سے چھینکنے کی کوشش کیجئے، یہ حضورﷺ کی سنت ہے (ترمذی،ابوداؤد)

اوراس کہ وجہ یہ ہے تاکہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو اور ناک یا حلق سے رطوبت خارج ہو کر کسی نامناسب جگہ نہ پڑے۔

(۳)...... اگر کسی ایسی جگہ ہوں کہ چھینک کی آواز سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہو یا آرام میں خلل آتا ہو تو وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ چھینکنا چاہئے، یا اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لینا چاہئے، یا کم از کم کپڑا وغیرہ حائل کر کے آواز کو ممکنہ حد تک پست کر لینا چاہئے۔

(۴)...... چھینکنے کے بعد ''الحمدللہ'' یا ''الحمدللہ رب العالمین'' یا ''الحمدللہ علیٰ کل حال'' کہنا سنت سے ثابت ہے (ترمذی)

(۵)...... جب چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو سننے والے کو چاہئے کہ ''یرحمک اللہ'' کہے۔

بعض علماء نے اس جواب کو واجب یا کم ازکم سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، لہٰذا اس سے غفلت نہ برتی جائے۔

اور اگر چھینکنے والا الحمدللہ نہ کہے تو وہ حدیث کی رُو سے ''یرحمک اللہ'' کا مستحق نہیں (بخاری،مسلم)

یعنی دوسرے پر یرحمک اللہ کہنا سنت یا واجب نہیں۔

(۶)...... اگر ایک مجلس میں موجود کئی افراد میں سے کسی ایک نے چھینکنے والے کے الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ دیا تو دوسروں کی طرف سے بھی جواب کی ادائیگی ہو جائے گی۔

(۷)...... جب چھینکنے والے کے الحمدللہ کے جواب میں دوسرا شخص یرحمک اللہ کہے، تو چھینکنے

والے کواس کے جواب میں یہ الفاظ کہنا سنت سے ثابت ہے:''**یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ**''(ترمذی،دارمی)

(۸)......روایت سے تین مرتبہ تک چھینکنے والے کے''الحمدللہ'' کہنے کے جواب میں''یرحمک اللہ'' کہنے کا ذکر ہے،اس کے بعد نہیں (مسلم،ترمذی)

کیونکہ نزلہ،زکام کے مریض کو بار بار چھینک آتی ہے،اگر ہر مرتبہ اس کا جواب دیا جائے گا،تو اس سے دوسرے کے معاملات میں خلل واقع ہوگا۔

البتہ پھر بھی اگر کوئی ہر مرتبہ جواب دینا چاہے تو ثواب ہے،گناہ نہیں۔

(۹)......اگر دوسرے لوگ کام کاج میں مشغول ہوں تو چھینکنے والے کو''الحمدللہ'' آہستہ آواز میں کہنا چاہئے تا کہ دوسروں کو جواب میں''یرحمک اللہ'' کہنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

(۱۰)......تھوکنے کی ضرورت پیش آئے تو مناسب جگہ اور موقع کا انتخاب کرے،

(۱۱)......قبلہ کی طرف منہ کرکے تھوکنا،مسجد یا کسی محترم وپاکیزہ اور صاف ستھری جگہ میں تھوکنا یا دوسروں کے عین سامنے تھوکنا آداب کے خلاف ہے۔

اگر کسی ایسے موقعہ پرتھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو تھوکنے کے لئے کسی مناسب جگہ چلے جانا چاہئے ،اور اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو کسی تھوک دان یا کپڑے وغیرہ میں ایسے انداز سے تھوکنا چاہئے جو دوسروں کے لئے ایذاء وگِھن کا باعث نہ ہو،مثلاً دوسروں سے رُخ پھیر کر یا ہاتھ وغیرہ درمیان میں حائل کرکے تھوکنا چاہئے۔

(۱۲)......تھوکتے وقت آواز نکالنے سے ممکنہ حد تک پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱۳)......راستہ چلتے ہوئے اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آئے تو اس چیز کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ تھوک کسی دوسرے کے اوپر نہ پڑے۔

(۱۴)...... بلاضرورت اپنے ہاتھ میں تھوک کر اسے مَسل دینا اور پھر اسی ہاتھ سے لوگوں سے مصافحہ کرنا اور اسی حال میں کھانا کھانا بری بات ہے۔

(۱۵)......کسی جگہ تھوکنے کے بعد اس کو پانی وغیرہ سے صاف کر دینا چاہئے،تا کہ کسی کے لئے

تکلیف وایذاء کا باعث نہ بنے۔

اگر کوئی کچی جگہ ہے تو اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر لوگوں کی نظروں سے چھپا دینا چاہئے۔

(۱۶)......تھوک دان وغیرہ میں اگر تھوک موجود ہو تو اس کو ڈھانک دینا چاہئے، تاکہ مکھی مچھر وغیرہ اس پر جمع نہ ہوں، اور دوسروں کے لئے تکلیف کا بھی باعث نہ ہو۔

(۱۷)......بلاسخت ضرورت کے ہاتھ پر تھوک لگا کر کسی کتاب وغیرہ کی ورق گردانی یا نوٹوں وغیرہ کو شمار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ اس کی وجہ سے ایک تو کاغذ گندا وخراب ہو جاتا ہے، اور اس پر داغ دھبے پڑ جاتے ہیں، نیز دوسرے کے لئے استعمال کے وقت کراہیت کا باعث ہوتا ہے

(۱۸)......جن لفافوں یا ٹکٹوں کو گوند لگی ہوتی ہے ان کو زبان سے تھوک لگا کر بند اور چسپاں کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہئے، کیونکہ گوند میں کسی ناپاک یا مضر چیز کا امکان ہے، ایسے موقعہ پر پانی وغیرہ سے ضرورت پوری کرنا بہتر ہے، اور یہ ممکن نہ ہو تو انگلی وغیرہ کو تھوک میں تر کر کے اس سے ضرورت پوری کرنی چاہئے۔

(۱۹)......جمائی سستی کی علامت اور شیطان کی طرف سے ہے، اس لئے اسے حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۲۰)......جب جمائی آنے لگے اور باوجود کوشش کے نہ رکے تو فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے، یا منہ کو کسی بھی طرح ڈھانپ لینا چاہئے، کیونکہ جمائی کے وقت منہ کھلا رہنے سے شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے، اور منہ کھلا رکھ کر جمائی کی آواز نکلنے سے شیطان خوش ہوتا ہے، اور ویسے بھی منہ پھاڑ کر جمائی لینا اچھی بات نہیں۔

(۲۱)......نماز میں اگر جمائی آئے تو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھنا بہتر ہے۔

(۲۲)......جمائی روکنے کے لئے اعوذ باللہ اور لاحول ولاقوۃ پڑھنا مفید ہے۔

اور بعض علماء نے جمائی روکنے کا ایک آزمودہ یہ نسخہ تجویز کیا ہے کہ جب جمائی آنے لگے تو کسی نبی کا تصور کر لیا جائے اس سے جمائی رُک جاتی ہے۔

پانی استعمال کرنے کے آداب

(۱)......پانی قدرت کی عظیم نعمت ہے،اس کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے،اور اس کو بے جا استعمال وضائع کرنے سے بچنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ (صحابی) کے قریب سے گزرے اور حضرت سعدؓ اُس وقت وضو کررہے تھے،تو رسول اللہ ﷺ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا:

یہ کیا فضول خرچی ہے؟

اس پر حضرت سعد نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

بے شک (وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے) اگر چہ تم کسی بہتے ہوئے دریا پر ہی کیوں نہ ہو (ابن ماجہ،مسند احمد)

بہتے ہوئے دریا سے وضو کرنے کی صورت میں کوئی بل بھی ادا نہیں کرنا پڑتا اور استعمال کے بعد پانی بھی ناپاک اور ضائع نہیں ہوتا،بلکہ دریا میں ہی واپس چلا جاتا ہے،لیکن اسے بھی پانی احتیاط کے ساتھ استعمال وخرچ کرنے کا پابند فرمادیا گیا۔جس سے معلوم ہوا کہ پانی کو ہر حال میں احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔

(۲)......پینے یا دوسرے کام کے لئے جتنے پانی کی ضرورت ہے اتنا پانی حاصل کیجئے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد بچ جانے والے پانی کو خراب وضائع نہ کیجئے بلکہ اور کسی ضرورت کے استعمال میں لے آیئے۔

(۳)......آج کل گھروں،دفتروں اور مسجدوں وغیرہ میں عام طور پر ٹونٹیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں، جن سے مسلسل پانی آتا رہتا ہے،جس کی وجہ سے بہت سا پانی بہہ جاتا ہے لہٰذا ٹونٹی سے وضو کرنے یا منہ ہاتھ وغیرہ دھوتے وقت بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت پانی کھولنے اور ڈالنے کا اہتمام کرنا چاہئے،جس وقت اور جتنے پانی کی ضرورت ہو اس پر اکتفا کرنا چاہئے،ضرورت کے بقدر پانی کی

رفتار جاری رکھنی چاہئے ،اور خاص طور پر صابن وغیرہ لگاتے وقت اور مسواک کرتے وقت ٹونٹی کو بند کر دینا چاہئے۔

کیونکہ بے احتیاطی کی صورت میں ممکن ہے کہ جہاں ایک لوٹے پانی سے وضو وغیرہ ہوسکتا تھا وہاں کئی لوٹے پانی بہہ جائے ،اور اس کی طرف توجہ بھی نہ ہو کہ اس بے خیالی کے نتیجے میں پانی ضائع کر کے کتنا بڑا گناہ لازم آ گیا ہے۔

(۴)......اسی طرح ٹونٹی وغیرہ سے نہاتے وقت بھی پانی احتیاط کے ساتھ استعمال کیجئے۔اور ٹونٹی ،فوارہ وغیرہ کھول کر بے فکر نہ ہو جایئے کیونکہ اس بے فکری کے نتیجے میں بہت سا پانی ضائع کرنے کا گناہ لازم آ سکتا ہے۔

(۵)......استنجاء اور طہارت کرنے کے لئے جتنا پانی درکار ہو اتنا پانی استعمال کیجئے۔

بعض لوگ صرف وسوسوں اور شک کی وجہ سے وضوء، غسل اور استنجاء وغیرہ میں پانی خوب بہاتے ہیں اور کئی کئی مرتبہ وہم کی وجہ سے ایک ایک عمل کو دوہرا کر پانی ضائع کرتے ہیں ، انہیں اپنی اس حرکت سے توبہ کرنی چاہیئے اور وسوسے اور وہم کو بارِ خاطر نہیں لانا چاہیے۔

(۶)...... کپڑے اور برتن وغیرہ دھوتے وقت بھی پانی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنے کا اہتمام کیجئے۔

اور کپڑوں اور برتنوں وغیرہ کو رگڑنے اور صابن وغیرہ لگانے کے وقت یا برتنوں سے ہڈیاں وغیرہ علیٰحدہ کرتے وقت جاری پانی کو بند کر دیجئے۔

(۷)......موٹر سائیکل یا گاڑی یا گھر کے صحن اور کمروں وغیرہ کو دھوئیں،اُس وقت بھی پانی کا بے بہا استعمال نہ کیجئے،اور بلا وجہ برق رفتاری کے ساتھ پانی چلا کر نہ چھوڑیے۔

(۸)...... گھر کے باغیچوں اور پودوں کی جڑوں کو پانی لگانا ہو تو جتنی ضرورت ہو اس پر اکتفا کیجئے۔

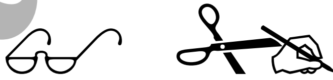
(۹)......کسی برتن میں پانی بھرنے کے وقت اس کا اہتمام کیجئے کہ برتن بھرنے کے بعد فوراً ٹونٹی کو بند کر دیں،کہیں ایسا نہ ہو کہ برتن بھرنے کے بعد پانی باہر نکل کر ضائع ہونا شروع ہو جائے۔

(۱۰)......ٹنکی وغیرہ بھرنے کے لئے موٹر چلا کرٹنکی بھرنے کے وقت موٹر بند کرنے کا اہتمام کیجئے ،اورموٹر چلا کر بےفکر نہ ہوجایئے کیونکہ اس کے نتیجے میں ٹنکی بھرنے کے بعد پانی فضول ضائع ہوسکتا ہے۔

(۱۱)......اگر گھر میں پانی کے کسی پائپ میں سوراخ ہوجائے یا ٹونٹی خراب ہوجائے جس کی وجہ سے پانی فضول بہنا شروع ہوجائے ،اس کی جلد از جلد اصلاح ودرستگی کا اہتمام کیجئے اوراس میں سستی نہ کیجئے۔

(۱۲)......اگر گھر سے باہر گلی ،راستے وغیرہ میں سرکاری پانی کے نل کی ٹونٹی خراب ہوجائے کوئی پائپ ٹوٹ جائے جس سے فضول پانی بہہ رہا ہوتو متعلقہ ادارے کواس سے آگاہ کردیجئے ، یا پھر خدمتِ خلق اورثواب کے جذبے سے خوداس کی اصلاح کرادیجئے۔

آج بےفکری اورلاپرواہی کی وجہ سے بےشمار فضول مواقع میں پانی کو بےدریغ استعمال اورضائع کرکے ایک اہم اورزندگی کے لئے لازمی چیز سے محرومی کے عذاب کا سامنا ہے،اسی فضول خرچی کا نتیجہ ہے کہ روز بروز پانی کی مقدار میں کمی آرہی ہے،زیرزمین پانی کی سطح روز بروز گررہی ہے ،اور پانی کی قلت کی وجہ سے بجلی کی پیداوار میں بھی کمی ہورہی ہے۔اورکل آنے والے وقت میں پانی کی کمی اورقلت کے عذاب کوہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔



Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بجلی استعمال کرنے کے آداب

(۱)......بجلی کو حق تعالیٰ کی بڑی نعمت سمجھئے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اس کی قدر کیجئے اور بے قدری کرنے سے بچایئے۔

(۲)......بجلی کی جس وقت اور جتنی ضرورت ہو، اس وقت اتنی ضرورت پر اکتفاء کیجئے، بلاضرورت بجلی ہرگز استعمال نہ کیجئے، اور ضرورت پوری ہونے پر فوراً اس کا استعمال موقوف کردیجئے۔

(۳)......جب دن اور سورج کی روشنی سے کام چل سکتا ہو، اس وقت تک بلب اور ٹیوب لائٹیں وغیرہ روشن نہ کیجئے اور دن اور سورج کی قدرتی وفطری روشنی سے کام چلایئے، اور ویسے بھی آنکھوں اور جسمانی صحت کے لئے دن کی اور سورج کی روشنی بہت فائدہ مند ہے، جبکہ بجلی کی روشنی کے بارے میں ماہرین کی رائے یہ ہے کہ نقصان دہ اور مُضر ہے۔

(۴)......بہت تیز روشنی والے بلب وغیرہ کے استعمال سے پرہیز کیجئے کیونکہ تیز روشنی آنکھوں کی بینائی کے لئے بہت خطرناک ہے۔

(۵)......جب ایک بلب، ایک پنکھے وغیرہ سے گزارا ہوسکتا ہو تو دوسرا بلب اور دوسرا پنکھا استعمال نہ کیجئے، اور مختلف افراد ایک جگہ کے بلب اور ایک پنکھے وغیرہ سے ضرورت پوری کرسکتے ہوں تو الگ الگ رہ کر مختلف بلب روشن اور پنکھے استعمال نہ کیجئے۔

(۶)......جہاں کہیں بلب، پنکھا یا بجلی کی دوسری چیز بلاضرورت چلتی دیکھیں اس کو فوراً بلاتاخیر بند کردیجئے اور اس کے لئے اٹھنے، تھوڑا بہت چلنے، اور ہلنے جلنے کی سستی ہرگز برداشت نہ کیجئے۔

(۷)......ایسی الیکٹرک اشیاء (بلب، پنکھے وغیرہ) کے استعمال کو ترجیح دیجئے جن میں بجلی کی کم از کم مقدار خرچ ہوتی ہو۔

(۸)......پنکھوں میں رفتار کم اور زیادہ کرنے کا آلہ (ریگولیٹر) لگوا کر رکھیے تاکہ بوقتِ ضرورت رفتار کم کی جاسکے، اور سوچئے کہ بلاضرورت تیز رفتار کی صورت میں بجلی کے بل ادا کرنے کی شکل میں جتنی مقدار آپ کو ادا کرنی پڑسکتی ہے، اس سے کم خرچ میں آپ رفتار کم کرنے والے آلہ کو خرید

سکتے ہیں۔

اگر یہ آلہ خراب ہو تو اس کو فوراً درست کرائیے۔

(۹)......کسی کمرے، بیت الخلاء، غسل خانے، باورچی خانے، اسٹور وغیرہ سے ضرورت پوری کر کے باہر آ رہے ہوں تو بلب، پنکھا وغیرہ فوراً بند کر دیجئے۔

(۱۰)......بجلی چوری چھپے وغیرہ استعمال نہ کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ یہ قوم کی اجتماعی امانت ہے، اس میں چوری اور غصب کرنے سے آپ پوری قوم وملت کے مجرم بن کر آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہیں اور دنیا میں بھی کسی وبال میں مبتلا ہو سکتے ہیں، رشوت وغیرہ کے بل بوتے پر میٹر میں گڑبڑ یا کسی بھی طرح غیر قانونی بجلی کا استعمال کرنا سنگین گناہ ہے۔

(۱۱)......اگر بجلی کا آپ کو بل ادا نہیں کرنا پڑتا اور کسی ادارہ یا شخص کی طرف سے بجلی آپ کو مفت فراہم کی جاتی ہے یا دوسرا آپ کی طرف سے بل ادا کرتا ہے، تب بھی بجلی کا بے جا اور فضول استعمال نہ کیجئے اور یہ جان لیجئے کہ اس وقت بھی آپ کے لئے شرعاً بجلی کا فضول استعمال جائز نہیں، بلکہ اس صورت میں بسا اوقات جرم اور گناہ میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

(۱۲)......اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبِ حیثیت بنایا ہے اور بجلی کے بھاری مقدار کے بل ادا کرنے کی آپ کو قدرت حاصل ہے، تب بھی اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر بجلی کے ضیاع کو برداشت نہ کیجئے، کیونکہ اولاً تو بجلی کی زیادہ استعمال سے ملک میں بجلی کی قلت ہوتی ہے، جس کے نقصان سے کل آپ اور آپ کی اولاد اور دوسرے مسلمان دوچار ہو سکتے ہیں، دوسرے آپ کو قیامت کے دن مال خرچ کرنے کا پائی پائی کا حساب دینا ہوگا اور بجلی کے فضول استعمال کی صورت میں جو زائد بل ادا کیا ہے، اس پر آپ کا مؤاخذہ ہوگا۔

(۱۳)......آجکل شہروں میں بجلی کی موٹر سے پانی حاصل کر کے استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے پانی کا استعمال بھی احتیاط کے ساتھ کیجئے اور اس کو بھی فضول ضائع نہ کیجئے۔

(۱۴)......بجلی کا فضول استعمال تو اپنی جگہ گناہ ہے ہی، اس کو گناہوں کے کاموں میں استعمال کرنا ایک مستقل دوسرا گناہ ہے۔

لہٰذا بجلی کو گناہ کی چیز میں استعمال نہ کیجئے، الیکٹرک کیمروں سے بلا شرعی ضرورت کے تصویر کھینچنا، مووی بنانا، ٹیلی ویژن اور کیبل پر غیر شرعی پروگرام دیکھنا یہ سب چیزیں گناہ ہیں، اور بجلی کے فضول استعمال کا گناہ الگ ہے، اور گناہ میں استعمال کرنے کا گناہ الگ ہے۔

(۱۵)......شادی بیاہوں کی تقریبات میں اور اسی طرح سالانہ مختلف تاریخوں میں چراغاں کے عنوان سے بجلی ہرگز استعمال نہ کیجئے۔

(۱۶)......بجلی جہاں ایک طرف ضرورت اور فائدہ کی چیز ہے، وہاں دوسری طرف یہ انسان کے لئے بہت خطرناک اور مہلک بھی ہے، بجلی کا کرنٹ جان لیوا ثابت ہوجاتا ہے، اس لئے کرنٹ والے مقام سے اپنے جسم کو اور بچوں کو خاص طور پر محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱۷)......بجلی کے کرنٹ والی چیز کو استعمال کرتے وقت انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے، اگر پاؤں میں ربڑ یا پلاسٹک وغیرہ کے خشک جوتے پہنے ہوئے ہوں، تو کرنٹ کے حملے سے کافی حد تک حفاظت ہوجاتی ہے۔

(۱۸)......عام طور پر کرنٹ ربڑ، خشک لکڑی، خشک کپڑے وغیرہ سے گزر کرنہیں آیا کرتا، اس لئے اگر ہاتھ میں ایسی چیز (مثلاً ربڑ چڑھے ہوئے پلاس وغیرہ کو) لے کر کرنٹ والے مقام پر کام کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۱۹)......بجلی کے لئے عام طور پر دو قسم کی تاریں استعمال ہوتی ہیں، ایک تار ٹھنڈی کہلاتی ہے اور دوسری تار گرم کہلاتی ہے، جن کے مجموعے سے بجلی کا کرنٹ مہیا ہوتا ہے، عام طور پر ٹھنڈی تار میں کرنٹ نہیں ہوتا، اور اگر اُس کو گرم تار سے الگ کرکے چھُوا جائے، تو کرنٹ لگنے کا حادثہ پیش نہیں آتا، لیکن پیچھے کسی مقام سے دونوں تاروں کے ملنے کی وجہ سے کرنٹ کا خطرہ ہوتا ہے، نیز بعض اوقات پیچھے سے کسی فنی خرابی وغیرہ کے باعث ٹھنڈی تار میں بھی کرنٹ پہنچ جاتا ہے، اس لئے ٹھنڈی تار کو بھی پیچھے سے بجلی کا تعلق منقطع کئے بغیر چھونا خلافِ احتیاط ہے۔

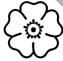
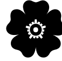
اور اس کے باوجود بھی زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ تار کو براہِ راست ہاتھ سے نہ چھُوا جائے، بلکہ کسی آلہ مثلاً پلاس وغیرہ کے واسطہ سے تار کو چھُونے اور کاٹنے چھانٹنے کا کام کیا جائے کہ مبادا پیچھے

سوئچ میں بھی کوئی فنی خرابی پیش آ سکتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی وقت بجلی موجود نہ ہو تب بھی تار اور کرنٹ والی جگہ کو چھُونا احتیاط کے خلاف ہے، کیونکہ کسی بھی وقت پیچھے سے بجلی کا کرنٹ پہنچ سکتا ہے۔

(۲۰)......اگر خدانخواستہ کبھی کرنٹ لگنے کا حادثہ پیش آ جائے تو فوراً پیچھے سے بٹن وغیرہ بند کر کے کرنٹ کی آمد کو منقطع کرنا چاہیے۔

(۲۱)...... جو شخص کرنٹ کی زَد میں ہو، اُس کو براہِ راست چھُونے والا بھی کرنٹ کی زَد میں آ سکتا ہے، اس لئے کرنٹ زدہ شخص کو براہِ راست چھونے اور اس کو پکڑ کر کرنٹ سے جدا کرنے کے بجائے یا تو پیچھے سے کرنٹ کی آمد والا بٹن بند کرنا چاہیے یا پھر ربڑ، لکڑی، کپڑا یا رسی وغیرہ سے کرنٹ زدہ شخص کو کرنٹ سے جدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

گیس اور آگ پیدا کرنے والی اشیاء استعمال کرنے کے آداب

آج کل مختلف قسم کی گیس اور آگ پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال بھی عام ہے، شرعی اصولوں کی روشنی میں ان کے استعمال کے آداب ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱)...... بہت سے علاقوں میں سوئی گیس استعمال کی جاتی ہے، جس میں زہریلے اثرات ہوتے ہیں، اور یہ بہت جلدی آگ کو پکڑ لیتی ہے، اس لئے اس کو استعمال کرنے کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۲)...... جب سوئی گیس یا سلینڈر کا کوئی چولہا یا ہیٹر اور لیمپ وغیرہ استعمال کریں تو شروع کرتے وقت اس کی گیس کی رفتار کو آہستہ رکھیں، کیونکہ شروع میں رفتار زیادہ کرنے کی صورت میں ماچس کی تیلی یا لائٹر وغیرہ لگاتے وقت تیز آگ بھڑک جاتی ہے، جس سے جان و مال کا خطرہ ہوتا ہے۔

(۳)...... گیس سے چلنے والی اشیاء کے قریب ایسی چیزیں رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے جو جلدی آگ کو پکڑتی ہوں۔

(۴)...... ضرورت پوری کرنے کے بعد گیس والی اشیاء سے بٹن وغیرہ بند کر کے گیس کی آمد کو ختم کر دینا چاہئے۔

(۵)...... کمرے میں گیس کا ہیٹر، چولہا اور لیمپ وغیرہ چلا کر سونے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ بعض اوقات ایک لمحہ کے لئے پیچھے سے گیس کی آمد بند ہونے سے ہیٹر بند ہو جاتا ہے، اور پھر دوبارہ گیس کی آمد کے بعد کچی گیس نکلنا شروع ہو جاتی ہے، جو کمرے میں جمع ہو کر بے ہوشی یا انسان کی موت کا سبب بن جاتی ہے، ایسے موقع پر بہتر ہے کہ کمرے کا کوئی روشندان یا کھڑکی وغیرہ کھول کر رکھی جائے، تا کہ اچانک کچی گیس جاری ہونے کی صورت میں اندر جمع نہ ہو۔

(۶)...... سردیوں میں کسی کمرے وغیرہ کے اندر گیس کی کوئی چیز استعمال کریں تو کسی برتن میں سادہ پانی رکھ کر چھوڑ دیا کریں، اس سے نقصان دہ گیس کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

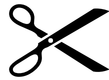
(۷)......رات کوسونے کے وقت بہتر ہے کہ سونے والے کمروں میں گیس کی آمد کو پیچھے سے بند کر کے منقطع کردینا چاہئے ، کیونکہ کسی وقت بھی پائپ لائن میں کسی خرابی کے باعث گیس نکلنا شروع ہوجاتی ہے،جس سے نقصان کا خدشہ ہے۔

(۸)......آج کل کھانا پکانے کے لئے پریشر کوکر استعمال کیا جاتا ہے،جس میں کھانا پکنے کے دوران بہت شدید گیس جمع ہوجاتی ہے،اوراس کے اچانک پھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے،اس لئے پریشر کوکر سے کھانا وغیرہ تیار کرتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے،مطلوبہ وقت پورا ہونے کے وقت اس کی گیس کوخارج کرنا یاچولہے کو بند کرنا یا چولہے سے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

(۹)......پریشر کوکر کا کھانا بنانے کے بعد ڈھکن کھولنے سے پہلے مخصوص راستہ سے اس کی گیس کو خارج کردیا جائے ،اور ڈھکن کو ایسے طریقہ سے کھولا جائے ،جس سے خارج ہونے والی گیس اور گرمی سے جسم محفوظ رہے۔

(۱۰)......مٹی کا تیل اور پٹرول وغیرہ جیسی چیزیں بھی بہت جلدی آگ کو پکڑتی ہیں،ان کو آگ سے دور رکھنا چاہئے۔

(۱۱)......اگر مٹی کے تیل کا چولہا (اسٹوپ) استعمال کریں اوراس میں گیس بھریں تو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں گیس اتنی زیادہ مقدار میں جمع نہ ہوجائے ،جس سے اس کی ٹینکی پھٹنے کا خطرہ پیدا ہوجائے۔





سلام کے آداب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگے جب تک مؤمن (کامل) نہ بن جاؤ، اور مؤمن (کامل) اس وقت تک نہ بنوگے جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ اگر تم نے اسے اختیار کرلیا تو آپس میں محبت کرنے لگوگے؟ آپس میں سلام کو عام کرو (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

لوگوں میں اللہ جل شانہ کی رحمت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بیٹا! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کیا کرو، یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا ذریعہ ہوگا (ترمذی)

سلام دراصل سلامتی اور اللہ کی رحمت بھیجنے کی دعا ہے۔

(۱)......سلام میں سلامتی ہی سلامتی ہے، چنانچہ دین کی سلامتی، دنیا کی سلامتی، آخرت کی سلامتی، جان و مال کی سلامتی، اہل وعیال اور متعلقین کی سلامتی، سلامتی کی ساری دعائیں السلام علیکم کے مختصر جملہ میں موجود ہیں۔

(۲)......سلام کرنے کا سب سے بہترین اور عمدہ طریقہ اسلام میں ہے کسی اور مذہب میں اتنا عمدہ طریقہ نہیں ہے، جتنے بھی دوسری قوموں کے طریقے ہیں ان میں اتنی خوبیاں اور کمالات نہیں جتنے کہ اسلامی طریقہ میں ہیں، اس لئے اسلامی طریقہ چھوڑ کر غیروں کے طریقوں پر سلام کرنا (مثلاً گڈ مورننگ، گوڈ ایوننگ، وغیرہ) بڑے خسارے اور نقصان کی بات ہے۔

(۳)......سلام بھائی چارگی، مُساوات اور برابری کی تعلیم دیتا ہے اور ایک دوسرے پر بے جا

فخر وتفاخر کو ختم کرتا ہے۔

(۴)...... سلام دوسرے مسلمان کا دل خوش کرنے اور اس کو اپنے شر سے پناہ دینے کا ذریعہ ہے۔

(۵)...... سلام آپس میں محبت اور ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

(۶)...... سلام اللہ اور اس کے رسول کی سنت ہے، اس لئے سلام سنت اور ثواب کا کام سمجھ کر کرنا چاہئے اور اس میں کوئی غلط نیت نہیں ہونی چاہئے۔

(۷)...... سلام کرنا سنت اور اس کا جواب دینا واجب ہے، لہٰذا سلام کا جواب دینے میں سستی اور کوتاہی نہ کی جائے کیونکہ یہ گناہ ہے اگرچہ سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب ہے، لیکن اس کے باوجود سلام کرنے والے کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور جواب دینے والے کو اس سے کم، اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت دوسرے کی طرف سے سلام کی ابتدا کرنے کا انتظار نہ کرے بلکہ زیادہ نیکیاں حاصل کرنے کی خاطر خود ہی پیش قدمی کر کے سلام کرے، خود سلام نہ کرنا اور دوسرے کی طرف سے سلام کی ابتدا کا منتظر رہنا فخر اور تکبر کی علامت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(۸)...... سلام جان پہچان والے اور اجنبی ہر ایک مسلمان کو بلا امتیاز کرنا چاہئے، بعض لوگ صرف جان پہچان والے کو سلام کرتے ہیں، یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔

(۹)...... صرف ہاتھ یا انگلی کے اشارے سے سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا اسلامی طریقہ نہیں بلکہ سلام اور اس کا جواب زبان سے دینا چاہئے۔

(۱۰)...... سلام کے بجائے آداب وغیرہ کہنا یا خط میں لکھنا غلط ہے اور سلام کے بجائے خدا حافظ کہنا بھی سنت نہیں، بعض لوگ سلام یا اس کے جواب میں لمبے چوڑے دوسرے الفاظ یا دعائیں وغیرہ استعمال کرتے ہیں، لیکن سنت کے مطابق مختصر الفاظ ادا کرنے کی توفیق سے محروم رہتے ہیں۔

(۱۱)...... اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو السلام علیکم کہے اور افضل یہ ہے کہ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' بھی کہے، اور سننے والا جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہے اور افضل یہ ہے کہ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' بھی کہے، اس پر مزید کلمات کا اضافہ کرنا سنت کے

خلاف ہے۔

(۱۲)......کوشش کرنی چاہئے کہ سلام اور اس کے جواب کے کلمات صاف کہے جائیں، بعض لوگ الفاظ یا حروف کو بگاڑ دیتے ہیں یا کئی کئی حروف بیچ میں سے غائب کر دیتے ہیں، اس سے بچنا چاہئے۔

(۱۳)......سلام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے افراد کی جماعت زیادہ افراد کی جماعت کو، امیر غریب کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرے، لیکن اگر یہ افراد پہل نہ کریں تو دوسرے فریق کو سلام کرنا چاہئے۔

(۱۴)......اگر کئی افراد میں سے ایک فرد نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا، ہر ایک کا فرداً فرداً سلام کرنا ضروری نہیں، اسی طرح مجمع میں سے کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے جواب ہو گیا، تمام افراد کو الگ الگ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

(۱۵)...... نماز، تلاوت، ذکر یا اسی طرح کے دوسرے کام میں مشغول شخص کو سلام کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس کی فراغت کا انتظار کرنا چاہئے۔

(۱۶)...... غیر مسلم کو بغیر کسی مجبوری کے سلام نہیں کرنا چاہئے اور اگر وہ سلام کرے تو اس کے جواب میں صرف ''وعلیکم'' یا ''هَدَاکَ اللّٰہُ'' کہہ دینے پر اکتفا کرنا چاہئے اگر کسی ضرورت اور مجبوری کے موقعہ پر غیر مسلم کو سلام کرنا پڑ جائے تو ''سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی'' کہنا چاہئے۔

(۱۷)......اجنبی عورتوں کو بلا عذر سلام کرنے سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔

(۱۸)......غسل واجب ہو تو اس حالت میں سلام کرنا اور جواب دینا جائز ہے۔

(۱۹)...... سلام کرتے وقت آگے کی طرف کو جھکنا اسلامی آداب کے خلاف ہے، اس لیے سلام کرتے وقت دوسرے کے سامنے جھکنا نہیں چاہئے، خواہ کوئی بزرگ یا افسر کیوں نہ ہو۔

(۲۰)......''السلام علیکم'' کے جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہئے، تاہم افضل یہ ہے کہ سلام کا جواب اس سے بہتر طریقہ پر دیا جائے، چنانچہ اگر سلام کرنے والے نے مثلاً ''السلام علیکم'' کہا تو

جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' کہے اور اگر سلام کرنے والے نے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہا تو جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کہے، لیکن اگر کسی نے پہلے ہی سلام کرتے وقت یہ تینوں کلمات کہہ دیئے یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کہہ دیا تو جواب دینے والے کو بھی یہی تین کلمات، یعنی'' وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کہنے پر اکتفا کرنا چاہئے کیونکہ سلام کرنے اور جواب دینے والے کو ان تین کلمات پر زیادتی کرنا سنت کے خلاف ہے (معارف القرآن ج۲)

(۲۱)......بعض لوگ'' وبرکاتہٗ'' کے بعد ومغفرتہٗ ، یا دوزخہٗ حرام وجنتہٗ واجب وغیرہ جیسے کلمات کا اضافہ کرتے ہیں، یہ سنت کے خلاف ہے۔

(۲۲)...... جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے، اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے (معارف القرآن)

اور عرف میں جس چیز کو رخصت نہیں کہتے مثلاً کمرے سے کسی ضرورت کے لئے باہر نکلنا وہاں سلام کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲۳)......قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصت ہونے والے کو سلام کرنے میں ابتدا کرنی چاہئے

(۲۴)......اگر ملاقات کچھ دیر بعد ہو تب بھی سلام کرنا افضل ہے، لیکن جس کا کسی جگہ بار بار آنا اور داخل ہونا ہوتا ہو، جیسا کہ خادم کمرے میں بار بار آتا ہو تو ایسی صورت میں ہر مرتبہ سلام کرنے میں حرج ہے، اس لئے ایسے موقع پر بار بار سلام کرنے کی ضرورت نہیں (احسن الفتاویٰ ج۸)

(۲۵)......گھر میں داخل ہو کر پہلے سلام کرنا چاہئے، اس کے بعد بات چیت (شامی)

(۲۶)......جس گھر، مکان، دوکان یا مسجد وغیرہ میں کوئی موجود نہ ہو اس میں داخل ہو کر اس طرح سلام کرنا چاہئے''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ '' ایسے شخص کے سلام کا جواب وہاں موجود فرشتے دیتے ہیں (شامی) اور گزشتہ الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ بھی اضافہ کرلے تو بہت اچھا ہے''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' (الاذکار النووی)

(۲۷)......مسجد میں داخل ہو کر جبکہ کچھ لوگ ذکر، تلاوت، نماز وغیرہ میں مصروف ہوں، بلند آواز

سے سلام کر کے سب کو خلل ڈالنا منع ہے، ایسی صورت میں کوئی فارغ شخص ہو تو آہستہ سے اسے سلام کرنے پر اکتفا کرنا چاہئے۔

(۲۸)......اور جب مسجد میں داخل ہو کر کسی ایک فرد کو سلام کر لیا تو پھر دوبارہ بآ وازِ بلند سلام کرنے یا فرداً فرداً ہر ایک کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲۹)...... جو شخص کھلے فسق یعنی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو، اُسے سلام نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی فاسق سے جان پہچان اور تعارف ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہے، تاکہ دینداروں سے نفرت اور سلام نہ کرنے کی وجہ سے تکبر کا گمان نہ ہو، البتہ اگر کوئی فاسق سلام کرے تو جواب دینا بہر حال ضروری ہے (احسن الفتاویٰ)

(۳۰)...... اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا منع ہے، البتہ اگر کسی نامحرم نے سلام کر دیا تو اس کا جواب دل ہی دل میں بغیر آواز کے دے دینا چاہئے۔ لیکن اگر کسی ضرورت سے نامحرم سے بات کرنے کی نوبت آئے تو ایسی صورت میں آواز کے ساتھ سلام کرنا اور سلام کا جواب دے دینا جائز ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸)

(۳۱)...... اس اصول کے پیشِ نظر اگر کسی ضرورت سے کہیں فون کیا اور نامحرم نے فون اٹھایا تو سلام کرنے کی گنجائش ہے اسی طرح نامحرم نے کسی ضرورت سے فون کیا تو اس کے سلام کا جواب دینا بھی جائز ہے اور کیونکہ سلام کی ابتدا آنے والے کو کرنے کا حکم ہے اور فون کرنے والا آنے والے کا حکم رکھتا ہے لہٰذا فون کرنے والے کو سلام میں ابتداء کرنی چاہئے اور فون سننے والے کو جواب دینا چاہئے، لیکن اگر فون کرنے والا سلام نہ کرے تو سننے والے کو سلام کر لینا چاہئے۔

(۳۲)......سلام کی ریکارڈ شدہ آواز کے سننے سے جواب دینا واجب نہیں، آج کل عام طور پر ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ اور کمپیوٹرائز آلات (مثلاً مختلف گھنٹیوں، ٹیلی فون لائنوں) وغیرہ میں پہلے سے سلام کی آواز کو محفوظ اور فیڈ کیا ہوتا ہے، اس قسم کے سلام کا جواب واجب نہیں۔

(۳۳)...... وعظ، تقریر، خطبہ اور کسی عام اعلان وغیرہ کے موقعہ پر سلام کرنا سنت نہیں، اسی وجہ سے ریڈیو کے سلام کا جواب دینا بہت سے حضرات کے نزدیک واجب نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۸)

البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر بولنے والے کی آواز اصل ہو ریکارڈ شدہ وغیرہ نہ ہو تو احتیاطاً جواب دے دینا چاہئے۔

(۳۴)......سلام کے وقت پیشانی پر ہاتھ رکھنا ہندوانی طریقہ اور سجدہ کے مشابہ ہے، اس سے بچنا چاہئے، اسی طرح سلام کی بجائے سلوٹ مارنا اور آج کل کی مروجہ سلامی پیش کرنا یا تالیاں بجانا بھی غیروں کا طریقہ ہے۔

(۳۵)......سلام کے وقت بلاضرورت ہاتھ اٹھانا یعنی ہاتھ سے اشارہ کرنا سنت کے خلاف ہے، البتہ اگر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت ہو مثلاً جس کو سلام کیا جائے یا جس کو سلام کا جواب دیا جائے اس کے دور ہونے یا کم سننے یا اس کے بہرا، گونگا وغیرہ ہونے کی وجہ سے اس تک آواز پہنچانا مشکل ہو تو ایسی صورت میں ہاتھ سے سلام کا اشارہ کرکے زبان سے بھی سلام کے الفاظ ادا کر لئے جائیں تو حرج نہیں۔

(۳۶)...... جو شخص زبان سے سلام کے الفاظ ادا کرنے پر قادر نہ ہو مثلاً گونگا ہو، اس کا صرف اشارہ سے سلام کرنا اور جواب دینا کافی ہے، ایسے شخص کے اشارہ والے سلام کا جواب بھی واجب ہے، کیونکہ ایسے معذور شخص کا اشارہ الفاظ کے قائم مقام ہے، لیکن اگر کوئی شخص زبان سے سلام کے الفاظ ادا کرنے پر قادر ہے اور وہ زبان سے الفاظ ادا کئے بغیر صرف ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرے، یا سلام کا جواب دے تو اس کا سلام و جواب معتبر نہیں، یعنی ایسے سلام کرنے سے سلام کی سنت ادا نہ ہوگی اور ایسے سلام کا جواب بھی واجب نہیں ہوگا (از کار نووی و احسن الفتاویٰ بتغیر)

(۳۷)......خط کے سلام کا جواب بھی واجب ہے کیونکہ یہ الفاظ کے قائم مقام ہے، خواہ پڑھتے وقت ہی زبان سے دے دیا جائے یا خط کے جواب میں ''السلام علیکم'' یا ''وعلیکم السلام'' لکھ دیا جائے دونوں طرح جواب ادا ہو جاتا ہے، عام طور پر خط کے سلام کا جواب دینے میں سُستی اور غفلت اختیار کی جاتی ہے یعنی نہ تو زبان سے جواب دیا جاتا اور نہ ہی خط کے ذریعہ سے تحریری طور پر، جو کہ گناہ ہے، البتہ اگر خط میں سلام کی بجائے کوئی سنت کے خلاف جملہ لکھا ہوا ہو مثلاً آداب وغیرہ تو اس کا جواب واجب نہیں اور سلام کی بجائے اس قسم کے کلمات لکھنا بھی صحیح نہیں، البتہ اگر سنت کے

مطابق سلام لکھنے کے بعد اس قسم کا لفظ لکھا جائے تو حرج نہیں۔

(۳۸)......اگر کسی خاص شخص کا زبان سے نام لے کر سلام کیا مثلاً یہ کہا ''السلام علیکم اے زید'' تو اس سلام کا جواب دینا بھی متعین طور پر زید ہی کے ذمہ ہوگا، کسی اور کے جواب دینے سے زید بری الذمہ نہ ہوگا، لیکن اگر زبان سے کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا مگر اشارہ کسی خاص شخص کی طرف کیا یعنی اپنے انداز اور اپنی نیت میں کسی خاص شخص کو مخاطب بنا کر سلام کیا تو وہاں موجود دوسرے شخص کا جواب دینا بھی کافی ہوگا، لیکن اگر نام لئے بغیر کسی خاص افراد کی جماعت کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا، تو جواب بھی اسی جماعت کے ذمہ ہوگا اور کسی دوسری جماعت کے افراد کا جواب دینا کافی نہ ہوگا (شامی)

(۳۹)......ایک جماعت کے تمام افراد کا سلام کرنا اور دوسری جماعت کے تمام افراد کا جواب دینا افضل ہے، تاہم جماعت میں سے کسی ایک فرد کے سلام کرنے اور دوسری جماعت کے کسی ایک فرد کے جواب دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۴۰)......اگر کسی نے دوسرے کو سلام کہنے کو کہا یعنی کسی کی طرف سلام بھجوایا تو اگر درمیان والے شخص نے سلام پہنچانے کا وعدہ کر لیا تو سلام پہنچانا واجب ہے اور وعدہ نہ کیا ہو تو واجب نہیں۔

(۴۱)......اگر کسی نے دوسرے کا سلام پہنچایا تو جواب میں یہ الفاظ کہنا چاہئیں ''**وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ**'' (اذکار النووی) اگر سلام کہلوانے والے زیادہ افراد ہوں تو ''**وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ**'' کہنا چاہئے۔

(۴۲)...... اگر دو افراد نے ملاقات کے وقت اتفاق سے ایک ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ایک دوسرے کو سلام کہہ دیا تو بعض حضرات کے نزدیک دونوں کو سلام کا جواب دینا چاہئے، اور بعض حضرات کے نزدیک یہی سلام کرنا جواب کے قائم مقام بھی ہو جائے گا اور الگ سے جواب کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جو الفاظ ادا کئے گئے وہ بھی جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں (وھو الصواب، اذکار النووی)

(۴۳)......جس مجمع میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے لوگ موجود ہوں وہاں سلام کرنے میں مسلمان کی نیت کرنی چاہئے (آداب المعاشرت)

مصافحہ کے آداب

(۱)......ایک حدیث میں ہے:

''تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل مصافحہ کرنا ہے'' (ترمذی ،مسند احمد،طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ سنت کے مطابق سلام کرے اور مصافحہ پر سلام کو تمام کرے (فیض القدیر للمناوی ج۶ تحت رقم حدیث ۸۲۳۸و۸۲۳۹)

(۲)......ایک حدیث میں ہے کہ:

''جب دو مسلمان باہم ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں تو ان دونوں کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں'' (ابوداؤد)

(۳)...... نیز ایک حدیث میں ہے کہ:

''جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے) مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں'' (ابوداؤد،مسند احمد،ترمذی)

ایک روایت میں مصافحہ کو برکت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے (مراسیل ابوداؤد)

اللہ جل شانہٗ کا کتنا احسان ہے کہ دو مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں، سلام اور مصافحہ کرتے ہیں تو وہ ابھی اپنے ہاتھ ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے یا وہاں سے جدا بھی نہیں ہوتے مگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اس وقت مغفرت کی دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

(۴)......مصافحہ دراصل سلام کا تتمہ، خاتمہ اور آخری حصہ ہے،اور جس طرح سے سلام کے کچھ قواعد اور اصول مقرر ہیں،اسی طرح سے مصافحہ کے بھی اصول وقواعد مقرر ہیں۔

(۵)......مصافحہ سنت عمل ہے۔

(٦)......مصافحہ سلام کے ساتھ سنت ہے، کیونکہ یہ سلام کا آخری حصہ ہے اور سلام کئے بغیر خالی مصافحہ کرنا سنت نہیں۔

آج کل بہت سے لوگ زبان سے سلام نہیں کرتے اور خاموشی کے ساتھ مصافحہ کر لیتے ہیں، یہ طریقہ اصلاح کے قابل ہے۔

(٧)......مصافحہ کا اصل وقت سلام کی طرح ابتدائی ملاقات اور رخصت ہوتے وقت ہے اور مصافحہ جس طرح اول ملاقات کے وقت روایات سے ثابت ہے، اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی کئی روایات سے ثابت ہے، مصافحہ میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا اظہار بھی پایا جاتا ہے اور اس کی جس طرح اول ملاقات کے وقت ضرورت ہے، اسی طرح ایک دوسرے سے رخصت ہوتے وقت بھی ضرورت ہے۔

(٨)......بعض لوگ ویسے ہی پہلی ملاقات اور رخصت ہوئے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں، یہ طریقہ بھی سنت سے ثابت نہیں۔

بعض جگہ جو دستور ہے کہ مخصوص نمازوں کے بعد مثلاً فجر یا عصر یا عید کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا جاتا ہے، اسی طرح عید کے دن ایک دوسرے سے بڑے اہتمام کے ساتھ مصافحہ کیا جاتا ہے، یہ بھی سنت کے خلاف اور قابل ترک ہے۔

(٩)......اسی طرح دس محرم کو بھی مصافحہ کرنے کی کوئی خاص فضیلت شریعت کی طرف سے ثابت نہیں، لہٰذا جو لوگ دس محرم کے دن خاص اہتمام کے ساتھ ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کو دس محرم کے اعمال میں سے سمجھتے ہیں یہ لاعلمی اور ناواقفی کی بات ہے۔

(١٠)...... مصافحہ کرتے وقت دونوں ہاتھ ملانا سنت و مستحب اور کئی روایات سے ثابت ہے اور بلا عذر صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت کے خلاف اور تکبر کی نشانی اور کفار و فجار کا طریقہ ہے

(١١)......مصافحہ میں پورا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دینا چاہئے، صرف چند انگلیوں سے مصافحہ کرنا (جیسا کہ بعض لوگوں میں رائج ہے) سنت کے خلاف، باطلین کا طریقہ اور تکبر کی نشانی ہے۔

(١٢)......مصافحہ کے وقت چہرہ پر خوشی اور بشاشت ظاہر کرنا اور دوسرے کے حق میں مغفرت

وغیرہ کے دعائیہ کلمات ادا کرنا بہتر ہے۔

(۱۳)......مصافحہ کے وقت دل میں بھی دوسرے کی طرف سے صفائی ہونی چاہئے ،مصافحہ کے وقت دل میں نفرت ہونا مصافحہ کے تقاضے کے خلاف ہے۔

(۱۴)......مصافحہ کرتے وقت مصافحہ کرنے والے کی طرف توجہ ہونی چاہئے بلا عذر دوسری طرف متوجہ ہونا آداب کے خلاف ہے۔

(۱۵)...... بعض لوگوں میں مصافحہ کے بارے میں انگوٹھا دبانے کی فضیلت مشہور ہے ،مگر اس بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے اس کی کوئی قابل اعتبار سند نہیں،لہٰذا مصافحہ کے وقت انگوٹھا دبانے کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا غلط ہے۔

(۱۶)...... مصافحہ کے بعد دوسرے کے ہاتھ کو دیر تک اپنے ہاتھ میں پکڑ کر نہیں رکھنا چاہئے ، کیونکہ اس سے دوسرے کو خواہ مخواہ کی تکلیف اور پابندی ہوتی ہے،البتہ اگر کوئی بڑا اپنے چھوٹے کا ہاتھ دیر تک پکڑے رکھے جس سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو بلکہ اسے اس کی وجہ سے خوشی محسوس ہوتو حرج نہیں۔

(۱۷)......سلام کی طرح مصافحہ کرتے وقت بھی جھکنا آداب کے خلاف ہے۔

(۱۸)......مصافحہ کرتے وقت ہاتھوں کے درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہونا بہتر ہے۔

(۱۹)......جس طرح مرد حضرات کو آپس میں مصافحہ کرنا سنت ہے،اسی طرح خواتین کو بھی آپس میں مصافحہ کرنا سنت ہے۔

(۲۰)...... نامحرم عورت و مرد کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا گناہ ہے،حضور ﷺ جب خواتین کو بیعت فرماتے تو ان کے ہاتھ بھی نہیں چھوتے تھے (بخاری)

بعض موقعوں پر خواتین نے بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لینے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

''اِنِّیْ لَآ اُصَافِحُ النِّسَآءَ''یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (موطا امام مالک)

لہٰذا جو نامحرم مرد اور خواتین آپس میں مصافحہ کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔

(۲۱)...... جب کوئی شخص تیزی میں کسی کام کی طرف جارہا ہوتو اسے مصافحہ کے لئے نہیں روکنا چاہئے۔

(۲۲)...... مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھوں کو چومنا یا سینہ پر پھیرنا شریعت سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۲۳)...... اسی طرح مصافحہ کے بعد دوسرے کے ہاتھ چومنا بھی ایک طرح کی رسم اور آج کل اہلِ بدعت کا شعار ہے اور دوسرے کا ہاتھ چومنے کی خاطر عام طور پر دوسرے کے سامنے جھکنے کی نوبت بھی آتی ہے، اس لئے اس سے بچنے میں ہی احتیاط ہے، البتہ اگر رسم ورواج سے بچتے ہوئے شوق اور فرطِ محبت کی وجہ سے کبھی ایسا کرلیا جائے اور کوئی رسم، تصنع اور بناوٹ نیز دوسرے کی طرف سے اپنے ہاتھ چومنے کا تقاضا بھی نہ ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۲۴)...... جب دوسرے کے ہاتھ کسی کام میں مشغول ہوں اور مصافحہ کرنے میں اس کو تنگی ہوتی ہو (جیسا کہ دوسرا شخص لکھ رہا ہو یا اسی طرح کا دوسرا کام کررہا ہو) اس وقت مصافحہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایسے موقع پر صرف سلام پر اکتفاء کرنا چاہئے۔

(۲۵)...... اگر کسی مجلس میں بہت سے افراد موجود ہوں اور آپ کو کسی خاص شخص سے ملنا ہو تو فرداً فرداً ہر ایک سے مصافحہ کی ضرورت نہیں، بلکہ متعلقہ شخص سے مصافحہ کافی ہے، ایسے وقت الگ الگ سب سے مصافحہ کرکے سب لوگوں کو اجتماعی طور پر کام سے روکے رکھنا غلط ہے، البتہ اگر مجلس میں موجود کسی دوسرے سے بھی تعارف ہو اور اسے اس وقت مصافحہ میں زحمت بھی نہ ہوتی ہو تو اس سے مصافحہ کرلینے میں حرج نہیں۔

(۲۶)...... جب کوئی صاحب تھکے ہوئے یا کمزور ہوں یا انہیں سفر وغیرہ کی جلدی ہو یا اسی طرح کا کوئی اور تقاضا ہو اور مصافحہ کے خواہش مند حضرات کی تعداد زیادہ ہو تو اپنا شوق پورا کرنے کے لئے ہر ایک کو الگ الگ مصافحہ کرکے ان کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے بلکہ دوسرے کی راحت اور ضرورت کا لحاظ کرنا چاہئے۔

مُعانقہ کے آداب

(١)......معانقہ کا اصل موقع سفر سے آنے پر یا مدتِ دراز کے بعد ملاقات ہونے پر ہے، اوراس کے علاوہ دیگر مواقع پر مکروہ ہے۔

لیکن اگر کوئی سفر وغیرہ سے آمد یا مدتِ دراز کے بعد ملاقات کے موقع پر سنت کے مطابق سلام اور اس کے ساتھ مصافحہ کر لے اور معانقہ نہ کرے تو بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ معانقہ سلام یا مصافحہ کے درجہ کا عمل نہیں بلکہ ان سے کم درجہ رکھتا ہے۔اسی لئے معانقہ کے بارے میں حضورﷺ سے سلام اورمصافحہ کی طرح کی تاکید اورترغیب ثابت نہیں ، اورخود حضورﷺ سے بے شمار سفر سے آنے والوں سے معانقہ کرنا ثابت نہیں، بلکہ خاص خاص صحابہ سے ثابت ہے۔

☆......حضرت جابر بن عبداللہ حدیث سننے کے لئے ایک لمبا سفر کر کے حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس ملکِ شام پہنچے تو جب حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کو حضرت جابر بن عبداللہ کی آمد کا علم ہوا تو خوشی اور تیزی کے ساتھ باہر نکلے اور آپ کی چادر جلدی کی وجہ سے پیروں کے نیچے آ رہی تھی پھر انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ معانقہ فرمایا (مجمع الزوائد، مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، بخاری فی الادب المفرد، ابویعلی فی مسندہٖ)

صحابہ رضی اللہ عنہم ملاقات کے وقت مصافحہ اورسفر سے واپسی پر معانقہ فرماتے تھے،اور بہت سے فقہائے کرام نے معانقہ کوسفر سے آمد کے ساتھ خاص رکھا ہے،البتہ بعض حضرات نے مدتِ دراز کے بعد ملاقات کو بھی سفر سے آمد کا درجہ دیتے ہوئے معانقہ کرنے کا جواز بیان فرمایا ہے (کمامر)

(٢)......معانقہ کے اصل معنیٰ ہیں ''گردن سے گردن ملانا'' ہماری بول، چال میں بھی معانقہ کو ''گلے ملنا'' کہا جاتا ہے اور اہلِ عرب کا معمول بھی یہی ہے کہ پورا جسم دوسرے سے الگ رکھ کر صرف گردن سے گردن ملاتے ہیں۔

(٣)...... ہمارے یہاں معانقہ کا جو یہ طریقہ رائج ہے کہ سینہ، پیٹ اور پورا جسم ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کو دباتے بھی ہیں،اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور

اس میں کئی خرابیاں اور قباحتیں ہیں۔

(۴)......سفر وغیرہ سے آنے پر سلام کے بعد معانقہ کا وہی درجہ ہے جو سفر کے علاوہ دوسرے موقعوں پر سلام کے بعد مصافحہ کا ہے یعنی جس طرح ملاقات کے وقت مصافحہ سلام کا تتمّہ اور اختتام ہے، اسی طرح سفر وغیرہ سے آنے پر سلام کے بعد معانقہ سلام کا تتمّہ اور اختتام ہے۔ لہٰذا سفر وغیرہ سے آمد کے موقع پر ملاقات کے وقت سلام کے بعد صرف معانقہ کرنا چاہئے، اور معانقہ کے بعد یا معانقہ سے پہلے مصافحہ کی ضرورت نہیں۔

(۵)......معانقہ ایک مرتبہ کرنا چاہئے، اس سے زیادہ نہیں، لہٰذا بعض لوگوں میں جو کئی مرتبہ دائیں اور بائیں طرف معانقہ کا رواج ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ ایک مرتبہ معانقہ پر اکتفا کرنا چاہئے۔

(۶)......آج کل بعض لوگ اور خاص کر خواتین ملاقات اور سفر سے آمد کے موقع پر سنت طریقہ کو چھوڑ کر دونوں طرف سے ایک دوسرے کے چہرے کے ساتھ چہرہ لگاتے یعنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اپنے رخسار ملاتے ہیں اور چومنے کی آواز نکالتے ہیں، اور اس کو معانقہ کا درجہ دیتے ہیں، یہ طریقہ اسلام کے خلاف اور غیروں کا ایجاد کردہ ہے، جس سے بچنا چاہئے۔

(۷)......مَرد کا عورت سے یا بے ریش لڑکے سے معانقہ کرنا منع ہے، البتہ زوجین اور اسی طرح خواتین کو ایک دوسرے سے معانقہ کرنا جائز ہے۔

(۸)......آج کل عیدین کے موقعہ پر ایک دوسرے سے معانقہ کرنے کا بہت زیادہ رواج ہے خواہ کوئی سفر سے بھی نہ آیا ہو اور مدتِ دراز کے بعد ملاقات نہ ہوئی ہو، عیدین کے موقعہ پر لوگ اس کو بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ شرعاً معانقہ کا عید سے تعلق نہیں لہٰذا معانقہ کو عیدین کا عمل سمجھنا اور اسے ضروری خیال کرنا غلط ہے۔

(۹)......اسی طرح آج کل فوتگی کے موقعہ پر بھی میت کے اہل خانہ سے معانقہ کو ضروری سمجھا جاتا ہے، شرعاً اس کا بھی اس موقعہ پر کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی یہ معانقہ تعزیت کا حصہ ہے، لہٰذا فوتگی کے موقع پر معانقہ کو ضروری اور اسے تعزیت کا حصہ سمجھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

گھر میں داخل ہونے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو جو رہنے کے لیے جگہ عطا فرائی ہے، خواہ وہ اس کی ملکیت ہو، یا کرایہ وعاریت کی؛ بہرحال وہ اس کا گھر اور اس کا مسکن ہے، اور مسکن کی اصل غرض سکون و راحت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (سورہ نحل آیت نمبر ۸۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں سے تمہیں سکون و راحت کا سامان فراہم کیا۔

اور یہ سکون ظاہر ہے کہ اسی وقت باقی رہ سکتا ہے، جب انسان دوسرے کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام و آرام کر سکے، اس کی آزادی میں خلل ڈالنے کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، اور قرآن مجید نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے، اور دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے لیے استئذان یعنی اجازت طلب کرنے کے احکام کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

(۱)...... گھر میں داخل ہوتے وقت استئذان کے احکام میں کئی حکمتیں و مصلحتیں ہیں، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل چار چیزیں ہیں:

(الف) سب سے بڑی مصلحت وحکمت دوسرے کو ایذاء سے بچانا ہے، جس کا شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے۔

(ب) دوسری مصلحت وحکمت جانے والے کے اعتبار سے ہے کہ وہ اگر اجازت لے کر مہذب انسان کی طرح ملے گا تو دوسرا اس کی بات قدر و منزلت سے سُنے گا، اور اس کی کوئی ضرورت ہے تو اس کو پورا کرنے کا اس کے دل میں تقاضا پیدا ہوگا، اور بغیر اجازت طلب کیے جانے والے سے دوسرے کی طبیعت پر بوجھ پیدا ہوگا، اور طبیعت آنے والے کی قدر و منزلت اور احاجت برآری کی طرف مائل نہیں ہوگی۔

(ج) تیسری مصلحت وحکمت بے حیائی و بے غیرتی کا سدِّ باب کرنا ہے، کیونکہ بغیر اجازت دوسرے کے گھر میں داخل ہونے میں اس چیز کا احتمال اور خدشہ ہے کہ کسی غیر

محرم پر نظر پڑ جائے اور کوئی فتنہ لازم آ جائے۔

(د) چوتھی مصلحت وحکمت یہ ہے کہ بعض اوقات انسان اپنے گھر کی تنہائی میں کوئی ایسا کام یا بات کررہا ہوتا ہے، جس سے دوسروں کو آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا، اور بغیر اجازت دوسرے کے گھر میں داخل ہونے میں اس کا خدشہ ہے کہ جو کام یا بات ایک شخص دوسرے سے مخفی رکھنا چاہتا تھا، اس کا وہ راز افشاء ہوگیا، جس میں کئی خرابیاں ہیں

(معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

(۲)......قرآن مجید نے کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت یہ حکم دیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا (سورہ النور آیت نمبر ۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے گھر کے علاوہ کسی کے (بھی) گھر میں داخل مت ہو، جب تک کہ اجازت طلب نہ کرلو اور سلام نہ کرلو۔

اس اجازت طلب کرنے کو استئذان کہا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنا واجب ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے (ایضاً)

(۳)...... دوسرے کے گھر میں داخل ہونے والا خواہ مَرد ہو یا عورت اور محرم ہو یا غیر محرم؛ استئذان (اجازت طلب کرنے کا حکم سب کو عام ہے)

چنانچہ عورت عورت کے پاس جائے یا مَرد مَرد کے پاس۔

ان سب صورتوں میں استئذان (اجازت طلب کرنے) کا حکم ہے (ایضاً)

(۴)...... جو لوگ ایک ساتھ اپنے اقارب اور محرموں کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ہوں اور ان کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہو اور ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں، مثلاً شوہر، والدین، اولاد وغیرہ، ایسے لوگوں کے لئے گھر میں داخل ہوتے وقت اگرچہ استئذان (اجازت طلب کرنا) واجب تو نہیں؛ مگر سنت اور مستحب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی اچانک بغیر اطلاع کے داخل نہ ہوں، بلکہ داخل ہونے سے

پہلے کم از کم کھانس کھنکار کر یا پاؤں کی آہٹ سے یا کسی بھی طرح باخبر کردیں (ایضاً صفحہ ۳۸۸ص ۴۴۴)

(۵)......محرموں کے لئے ایک حکم تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کا ہے، جس کا سنت ومستحب ہونا پیچھے گزر چکا ہے، لیکن گھر میں داخل ہوکر پھر یہ سب ایک گھر میں ایک دوسرے کے سامنے رہتے ہیں، اور ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، ان کے لئے تین خاص اوقات میں جو انسان کے لئے خلوت وتنہائی میں رہنے کے اوقات ہیں، ایک اور استئذان کا قرآن مجید میں حکم آیا ہے، وہ تین اوقات صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو آرام کرنے کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد کے اوقات ہیں، ان تین اوقات میں محرموں اور قریبی رشتہ داروں کو جن کا ایک دوسرے سے پردہ نہیں، یہاں تک کہ سمجھدار نابالغ بچوں کو بھی اس کا پابند کیا گیا ہے، کہ وہ ان تین اوقات میں کسی دوسرے کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کے نہ جائیں، کیونکہ تنہائی کے بعض اوقات میں انسان بے تکلف رہنا چاہتا ہے، بعض دفعہ زائد کپڑے بھی اتار دیتا ہے، کبھی زوجین آپس میں بے تکلف کلام یا کام میں مشغول ہوتے ہیں، ایسی حالت میں اچانک داخل ہونے سے کئی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں (ایضاً صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۵)

(۶)...... جب کسی گھر میں داخل ہوں تو استئذان (اجازت طلب کرنے) کے ساتھ ساتھ ایک کام سنت کے مطابق سلام کرنا بھی ہے (جس کا ذکر آیت میں پیچھے گزر چکا)

اب رہا یہ کہ کسی گھر میں داخل ہونے والے کو پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے، اور پھر سلام کرنا چاہیے، یا پہلے سلام کرنا چاہیے، اور اس کے بعد اجازت طلب کرنی چاہیے؛ تو اس سلسلہ میں اہلِ علم حضرات کی دونوں قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔

لیکن بہت سے حضرات نے احادیث کو پیشِ نظر رکھ کر راجح اس کو قرار دیا ہے کہ پہلے سنت کے مطابق سلام کیا جائے، اور یہ سلام دراصل اجازت طلب کرنے ہی کا ہے، سلام کرنے سے دوسرا آدمی متوجہ ہوجائے گا، اور پھر داخل ہونے کی دوسرے مناسب الفاظ میں اجازت طلب کرے، اور جب اجازت مل جائے تو ملاقات پر دوبارہ سلام کرے (ایضاً صفحہ ۳۸۹)

(۷)......استئذان یعنی اجازت طلب کرتے وقت بہتر ہے کہ اجازت طلب کرنے والا خود اپنا

نام لے کراجازت طلب کرے، کیونکہ جب تک گھر والا اجازت لینے والے کو پہچان نہیں سکے گا، اُس سے پہلے اُسے جواب دینے میں تشویش اور دِقّت پیش آئے گی (ایضاً صفحہ ۳۸۹)

(۸)......اجازت طلب کرنے کے بعد گھر والے کی طرف سے معلوم کرنے پر کہ کون ہے؟

جواب میں اپنا نام ظاہر کیے بغیر یہ کہہ دینا کہ ’’میں ہوں‘‘؛ یہ طریقہ اسلامی آداب کے خلاف ہے، کیونکہ اس سے گھر والے کے سوال کا مقصد پورا نہیں ہوتا (ایضاً صفحہ ۳۹۰)

(۹)......اجازت طلب کرنے اور دستک دینے کے بعد گھر والے کی طرف سے معلوم کرنے پر کہ کون صاحب ہیں؟ آنے والے کا خاموش کھڑا رہنا اور کوئی جواب نہ دینا، بدترین طریقہ ہے۔

اس سے اجازت طلب کرنے اور دستک دینے کی حقیقی مصلحت ہی فوت ہو جاتی ہے؛ اور گھر والے کو ایذاء وتکلیف الگ ہوتی ہے (ایضاً صفحہ ۳۹۰)

(۱۰)......احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر گھر کے دروازے پر دستک دیدی جائے، اور ساتھ ہی اپنا نام بھی ظاہر کر دیا جائے، تو اجازت طلب کرنے کا یہ طریقہ بھی جائز ہے (ایضاً صفحہ ۳۹۰)

(۱۱)...... استئذان یعنی اجازت طلب کرنے کے طریقے ہر زمانے اور ملک میں مختلف ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک طریقہ اپنی زبان سے سلام اور اجازت طلب کرنے کا ہے؛ ایک طریقہ دروازہ وغیرہ بجا کر دستک دینے کا ہے جبکہ اپنا نام بھی ظاہر کر دیا جائے؛ اور ایک طریقہ گھنٹی بجا کر اپنا نام ظاہر کرنے کا ہے؛ اور ایک طریقہ بعض علاقوں میں دوسرے کے پاس اپنی شناخت کے لیے اپنے نام پتے وغیرہ کا کارڈ بھیج دینے کا رائج ہے؛ حسبِ ضرورت ان میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(۱۲)......اگر استئذان (اجازت طلب کرنے) والے کو اجازت طلب کرنے کے جواب میں گھر والے نے کہہ دیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی، لوٹ جایئے!

تو اس سے بُرا نہیں ماننا چاہیے؛ کیونکہ ہر شخص کے حالات اور اُس کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، بعض اوقات گھر والے کو باہر آنے اور دوسرے کو اندر بُلانے میں کوئی عذر ہوتا ہے، اس لیے گھر

والے کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ (سورہ النور آیت نمبر ۲۸)

یعنی جب آپ سے کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جائیں! تو آپ کو خوش دلی کے ساتھ لوٹ جانا چاہیے؛

لوٹ جانے کا حکم ملنے پر بُرا ماننا یا وہیں جَم کر بیٹھ جانا، دونوں چیزیں درست نہیں (ایضاً صفحہ ۳۹۱)

(۱۳)...... یہ حکم تو آنے والے کے لیے تھا، لیکن گھر والے کے لیے شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو آنے والے سے بات یا ملاقات کرنی چاہیے (ایضاً صفحہ ۳۹۱)

(۱۴)...... اگر کسی کے دروازے پر استئذان (اجازت کو طلب) کیا، اور اندر سے کوئی جواب نہ آیا؛ تو سنت یہ ہے کہ دوبارہ استئذان (اجازت کو طلب) کرے، اور پھر بھی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ استئذان (اجازت کو طلب) کرے؛ لیکن اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ آئے تو پھر لوٹ جانے کا حکم ہے، اس کے بعد مسلسل دستک وغیرہ دیتے رہنا یا وہیں جَم کر بیٹھ جانا درست نہیں، اس سے بچنا چاہیے؛ (ایضاً صفحہ ۳۹۱)

(۱۵)...... بعض مخصوص ادارے جہاں داخلے کے لیے کچھ شرائط اور پابندیاں مقرر ہوں، وہاں اُن کی رعایت واجب ہے؛ مثلاً ریلوے اسٹیشن پر بغیر پلیٹ فارم کے داخلے کی اجازت نہیں، تو پلیٹ فارم حاصل کیے بغیر جانا گناہ ہے۔

اسی طرح اگر کچھ دفاتر یا کمرے ایسے ہوں، جن میں منتظمین یا مریض وغیرہ ہوں، ان میں بھی اچانک بغیر اجازت کے داخل ہونا درست نہیں (ایضاً صفحہ ۳۹۳)

(۱۶)...... جب استئذان واجازت کے لئے کسی مکان کے دروازے پر کھڑے ہونا ہو تو دروازے سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اور دروازے کے اندر جھانکنا بھی نہیں چاہئے، حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے (ایضاً صفحہ ۳۹۳)

ملاقات کے آداب

جب کسی سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے آرام اور مصروفیات کا لحاظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، آرام یا کسی دوسری ضروری مصروفیت کے وقت ملاقات کے لئے پہنچ جانا درست نہیں۔

اگر ممکن ہو تو بہتر یہ ہے کہ ملاقات سے پہلے دوسرے کے معمولات اور مصروفیات کو معلوم کرلیا جائے اور اس کو اپنے آنے کی پہلے سے کسی واسطہ اور ذریعہ سے اطلاع کر دی جائے۔

اور اگر وعدہ کر لینے کے بعد اتفاق سے بروقت جانا نہ ہو سکے تو اس کو اس کی اطلاع کر دینا بھی مناسب ہے تاکہ دوسرا آپ کے لئے مقید ہو کر انتظار میں نہ بیٹھا رہے۔

(۱)...... جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو سنت کے مطابق سلام ومصافحہ اور مزاج پرسی کرنی چاہیئے اور خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیئے کہ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔

سنت کے مطابق سلام کے بجائے اِدھر اُدھر کے الفاظ کہنا اسلامی طریقہ نہیں۔

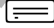
(۲)...... اگر کسی سے ملاقات کے لئے جانا ہوا اور جانے کے بعد معلوم ہو کہ وہ اس وقت آرام کر رہے ہیں یا اور کسی ضروری کام میں مصروف ہیں اور ان کو آپ کی اس وقت ملاقات سے تکلیف یا ضروری کام میں حرج ہوگا تو اس وقت فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے یا پھر وہاں سے لوٹ جانا چاہیئے اور پھر کسی دوسرے وقت ملاقات کرنی چاہیئے اور بلاوجہ اسی وقت ملاقات پر اصرار نہ کرنا چاہیئے۔

(۳)...... جب کسی سے ملاقات ہو تو بلاضرورت ملاقات کو لمبا نہیں کرنا چاہیئے، اور جلد از جلد فراغت حاصل کرکے دوسرے کو اپنے کاموں کے لئے فارغ کر دینا چاہیئے، البتہ دوسرا خود ہی آپ کی طویل ملاقات سے خوش ہو اور اس پر آپ کے دیر تک موجود رہنے کا بوجھ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(۴)......اگر کسی سے ملاقات کے لئے جانا ہوا اور وہ اس وقت کسی کام میں مصروف ہوں تو ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے، دوسرے کی بے خبری میں بیٹھے رہنا مناسب نہیں، اور اگر

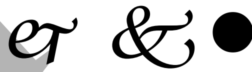
آپ کی موجودگی میں دوسرا کوئی راز کی بات کسی دوسرے سے کررہا ہو یا راز داری کا کام کررہا ہو تو ایسے وقت وہاں سے علیٰحدہ ہوجانا مناسب ہے، جب کسی دوسرے سے بے تکلفی نہ ہو تو خواہ مخواہ اس سے اس کی راز داری اور گھر داری کی باتیں نہ پوچھنا چاہئے۔

(۵)...... جب کسی سے ملنے جائے تو موقع پاتے ہی اپنے آنے کی غرض ظاہر کر دینی چاہئے، ٹال مٹول اور لیت ولعل کرنا یا بات کو گھمانا پھرانا اور اپنے مقصود سے ہٹ کر غلط غرض بیان کرنا درست نہیں، اگر دوسرا آپ کے واپسی یا قیام اور سفر وغیرہ کا نظم معلوم کرے تو اسے حکمت و ادب کے ساتھ اس سے آگاہ کر دینا چاہئے۔









گفتگو کے آداب

(۱)...... ''کلام اور گفتگو'' انسان کے حق میں قدرت کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے، اور اس نعمت کو صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک طریقہ پر استعمال کرنے کی کوشش اور اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲)...... جب کسی سے بات چیت اور گفتگو کی نوبت آئے تو بولنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ اس گفتگو کی اس وقت ضرورت اور کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ بعض اللہ والوں نے فرمایا ہے کہ ''پہلے تولو پھر بولو''

تولنے کا مطلب یہ ہے کہ اچھی طرح جانچ پڑتال اور جھاڑ پھٹک لو اور اس کے بعد ہی بولو، کیونکہ ہر بات کا منہ سے نکالنا اور موقعہ بے موقعہ بولتے چلے جانا عقلمندی کی نشانی نہیں۔

(۳)...... زبان بظاہر جسم کا ایک چھوٹا سا حصہ اور گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن اس سے سرزد ہونے والے معاملات اور امور کو دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت اہمیت حاصل ہے، بعض اوقات چھوٹا سا ایک ہی جملہ اور مختصر سا ایک ہی کلمہ جنت یا دوزخ کے فیصلہ کا باعث ہوجاتا ہے۔

(۴)...... ہمیشہ سچ بولنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور جھوٹ سے بچنا چاہیے؛ سچ میں دنیا وآخرت کی سلامتی وعافیت ہے، اور جھوٹ میں دنیا وآخرت کا نقصان وخسارہ ہے۔

(۵)...... جھوٹ کے علاوہ بھی زبان سے کئی گناہ سرزَد ہوتے ہیں، مثلاً بلاضرورت قسم کھانا، جھوٹی قسم کھانا، غیرُ اللہ کی قسم کھانا، جھوٹی سفارش کرنا، غیبت کرنا، چُغلی کھانا، دوسروں کی نقلیں اُتارنا، کسی کا تمسخر واستہزاء کرنا، کسی پر طعنہ لگانا اور طنز کرنا، کسی پر تہمت وبہتان لگانا، کسی کو بُرے نام اور بُرے القاب سے پکارنا، جھوٹا وعدہ کرنا، اپنی بڑائی اور تعریف کی باتیں کرنا، گالی گلوچ کرنا۔

زبان کے ان سب گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

(۶)...... ہمیشہ انصاف کی بات کہنی چاہیے، اپنے مفاد یا اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کی خاطر کوئی غلط بات نہ کیجیے، اور ناحق فیصلہ نہ کیجیے۔

(۷)...... جب بات کریں تو میٹھے انداز میں کریں؛ سخت لہجے میں بات کرنا یا تکلیف دہ بات

زبان سے نکالنا اچھا نہیں۔

البتہ عورتوں کو کبھی نامحرم مَردوں سے بات کرنے کا اتفاق ہو، تو صاف، سیدھے اور تھوڑے کُھردرے لہجے میں بات کرنی چاہیے، ایسے موقع پر نزاکت اور نرمی کے انداز میں بات کرنا عورت کے لیے شریعت نے پسند نہیں کیا۔

(۸)......جب کسی سے گفتگو کرنے کی نوبت آئے تو صاف صاف الفاظ زبان سے نکالنا چاہیے، تاکہ دوسرے کو آپ کی بات پوری طرح سمجھ میں آ جائے اور بات مکمل کرنی چاہیے، ادھوری بات کرنا آداب کے خلاف ہے۔

(۹)...... بہت مختصر بات کہ جس سے مقصود ہی واضح نہ ہو یا بہت لمبی بات جس سے دوسرے کو الجھن یا تکلیف ہو نہیں کرنی چاہیے، اعتدال پر رہنا چاہیے۔

(۱۰)......گفتگو کے وقت دوسرے کے اتنے قریب نہ ہونا چاہیے جس سے بات کرتے ہوئے منہ کی بدبو دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بنے، یا دوسرے کے اوپر منہ سے تھوک کے چھینٹے اچٹ کر پڑیں، اور نہ ہی اتنی دور ہونا چاہیے کہ دوسرے کو آپ کی آواز ہی نہ پہنچے۔

(۱۱)...... جب کسی بڑے مثلاً ماں باپ، اُستاد، شیخ وغیرہ سے بات کر رہے ہوں تو اُن کے مرتبے اور درجے کا لحاظ کرنا چاہیے؛ اور اُن کے ساتھ عام انداز میں بات کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے؛ بڑوں کے سامنے بہت اونچی آواز سے بات نہیں کرنی چاہیے لیکن دوسرے کے ادب واحترام کا یہ مطلب نہیں کہ آواز کو اتنا پست اور نیچا کر لیا جائے کہ اسے کچھ بھی سمجھ نہ آئے۔

اور اگر چھوٹوں سے گفتگو کرنے کی نوبت آئے تو اپنے درجے کا لحاظ رکھتے ہوئے شفقت کے انداز میں بات کرنی چاہیے، اور اپنے بڑے پَن اور وُسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

(۱۲)......اگر کسی نے آپ کے ذمہ کوئی کام لگایا ہو تو اس کی اطلاع دیتے وقت اس کام کا نام بتا کر پوری بات بتانا چاہیے مثلاً یہ کہ فلاں کام جو مجھے کہا گیا تھا، صرف ہاں یا نہ میں اطلاع دینا ٹھیک نہیں، ہوسکتا ہے کہ دوسرے کو وہ بات یا وہ کام جو ذمہ لگایا گیا تھا اس وقت یاد نہ ہو۔

(۱۳)......گفتگو کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارنا متکبرین کا طریقہ اور اپنی بات پر فخر کا عملی اظہار ہونے

کی وجہ سے مکروہ عمل ہے۔

(۱۴)...... جب تم سے کوئی دوسرا کسی کام کا کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں وغیرہ جو بھی جواب مناسب ہو، زبان سے دے دیا کرو، کیونکہ اس سے تو بات کرنے والا مطمئن ہو جاتا ہے۔

(۱۵)...... جب دوسرے لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں، تو اُن سے اجازت لیے بغیر اُن کی باتوں میں دخل نہیں دینا چاہیے، اور کسی کی بات کاٹ کر بولنے سے پرہیز کرنا چاہیے؛ اگر ایسی کوئی ضرورت ہی پیش آ جائے تو دوسرے سے اجازت لے لینی چاہیے۔

(۱۶)...... تم سے کوئی کسی چیز کے بارے میں سوال کرے، تو پہلے اُس کے سوال کو اچھی طرح سُن لینا چاہیے، اور خوب سوچ سمجھ کر جواب دینا چاہیے؛ بغیر سوچے سمجھے اُلٹ پلٹ جواب دینا بے وقوفوں اور نادانوں کا طریقہ ہے۔

(۱۷)......کوئی آپ سے کچھ بتلا رہا ہو تو مکمل بات سُنے بغیر ہی یہ نہ کہنا چاہیے کہ ہمیں یا مجھے معلوم ہے، ممکن ہے کہ وہ بات کچھ اور کہہ رہا ہو، اور آپ کچھ اور سمجھ رہے ہوں یا اُس کے مکمل بات کرنے سے کوئی نئی بات سمجھ میں آ جائے۔

(۱۸)...... بلاضرورت اپنی راز داری کی باتیں دوسروں کے سامنے نہیں کرنی چاہئیں، اگرچہ دوسرا اپنا ہمدرد اور خیر خواہ ہی کیوں نہ نظر آ رہا ہو؛ کیونکہ اس سے بعض اوقات بڑے فتنے لازم آ جاتے ہیں۔



دعوتِ طعام کے آداب

(۱)......کبھی کبھار رسم ورواج اور نمود ونمائش کے بغیر اپنی حیثیت کے مطابق اخلاص ومحبت کے ساتھ رزقِ حلال سے دوسرے مسلمان کی دعوت کرنا بہت بڑے اجروثواب کی بات ہے، اور کوئی عذر نہ ہو تو ایسی دعوت کا قبول کرنا بھی نیک عمل ہے۔

(۲)......دعوت کا مقصد دوسرے کی عزت واکرام اور دوسرے سے محبت اور اس کو راحت پہنچانا اور اس کا دل خوش کرنا ہونا چاہئے، رسم ورواج اور کوئی دنیوی غرض پیشِ نظر نہیں ہونی چاہئے

(۳)......دعوت میں نیک اور متقی لوگوں کو خصوصی طور پر ترجیح دینی چاہئے۔

(۴)......دعوت میں صرف امیر اور مالدار لوگوں کو شریک کرنا اور غریب ومسکین حضرات کو شریک نہ کرنا حدیث میں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، اس لئے غریب حضرات کو بھی دعوت میں شریک کرنا چاہئے۔

(۵)......دعوت میں نہ زیادہ تکلف اور اسراف کرنا چاہئے اور نہ ہی بخل وکنجوسی سے کام لینا چاہئے، بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کرنا چاہئے۔

(۶)......جب دوسرے کو کوئی عذر ہو یا اس کا روزہ ہو تو اس کو کھانے پینے اور دعوت پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔

(۷)......دعوت پر مدعو حضرات کے ساتھ خوش اخلاقی وخوش کلامی سے پیش آنا چاہئے اور ان کے ساتھ جائز گفتگو میں شریک رہنا چاہئے۔

(۸)......اپنے کھانے کی خواہ مخواہ تعریف نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی دوسرے کی طرف سے کھانے کی تعریف کرنے کا منتظر رہنا چاہئے۔

(۹)......بہتر یہ ہے کہ دعوت میں شریک علم وعمل یا عمر میں افضل حضرات کو آمد ورفت اور کھانے میں مقدم رکھ کر ان کا اکرام کیا جائے (الموسوعۃ الفقھیۃ ج ۲۰، مادہ ''دعوۃ'' بتغیر)

(۱۰)......کھانے کے وقت میزبان کے لئے مستحب یہ ہے کہ مہمانوں کی خدمت کرے، البتہ اگر

مہمان زیادہ نہ ہوں یا کوئی دوسرا خدمت کرنے والا موجود ہو اور مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں ان کی خدمت میں خلل نہ آتا ہو تو ساتھ بیٹھ کر کھانے میں بھی حرج نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۹ ص ۷۱ بتغیر)

(۱۱)......دعوت صرف کھانے کے ساتھ اور وہ بھی اپنے گھر بلا کر کھلانے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ بعض اللہ والوں نے فرمایا کہ دعوت تین قسم کی ہوتی ہے، ایک سب سے اعلیٰ وافضل ہے، دوسری متوسط ودرمیانی ہے اور تیسری ادنیٰ ہے:

سب سے اعلیٰ وافضل اور پہلے نمبر کی دعوت یہ ہے کہ جس کی دعوت کرنی منظور ہو اس کو جا کر نقد ہدیہ پیش کر دیا جائے، تا کہ اسے آنے جانے کی کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے، اور وہ نقدی سے جس طرح کی چیز چاہے خرید کر کھالے، اور اگر اس کی کوئی دوسری ضرورت ہو تو اس میں خرچ کر لے، کیونکہ دعوت کا ایک مقصد دوسرے کو خوش کرنا اور اس کو راحت پہنچانا ہے اور اس صورت میں دوسرے کو بہت زیادہ راحت رہتی ہے، اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی، اس لئے یہ دعوت کی قسم سب سے اعلیٰ وافضل ہے۔

متوسط اور درمیانہ درجہ کی دعوت یہ ہے کہ جس کی دعوت کرنا چاہتے ہو کھانا پکا کر اس کے گھر بھیج دو، اس صورت میں اگرچہ دوسرے کو اپنی من پسند اور ضرورت کی چیز کھانے اور خریدنے کا تو کوئی اختیار نہیں ہے (جو کہ پہلی صورت میں تھا) لیکن دوسرے کو آنے جانے اور وقت و پیسہ خرچ کرنے کی زحمت نہیں کرنی پڑے گی، اس لئے دعوت کی یہ قسم دوسرے نمبر پر ہے۔

سب سے ادنیٰ درجہ اور آخری نمبر کی دعوت یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے گھر بلا کر کھانا کھلایا جائے۔

یہ آخری درجہ اور نمبر کی دعوت اس لئے ہے کہ آج کل مصروف زندگی میں وقت نکالنا آسان کام نہیں، اس کے علاوہ آنے جانے میں زحمت اور مصارف بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں، وقت بھی خرچ ہوتا ہے، اور دوسرے کے معمولات میں بھی خلل آتا ہے، اس لئے یہ آخری درجہ اور آخری نمبر کی دعوت ہے (اصلاحی خطبات ج ۵ ص ۲۴۵، وص ۲۴۶ بتغیر)

مگر آج کل رسم ورواج کے غلبہ کی وجہ سے لوگ پہلی دونوں قسموں اور خاص طور پر پہلی قسم کو تو دعوت

ہی نہیں سمجھتے، اور جو آخری درجہ کی دعوت ہے اسی کو دعوت سمجھتے ہیں، اس لئے پہلی دونوں قسموں کی دعوت نہیں کرتے، صرف آخری درجہ کی دعوت کرتے ہیں، جو کہ قابلِ اصلاح طرزِ عمل ہے۔

(۱۲)......دعوت کرنے اور دعوت کو قبول کرنے کا معیار عالیشان اور عمدہ و لذیذ کھانے نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ سادہ دعوت کر کے اور اس دعوت میں شرکت کر کے بھی دعوت کرنے اور دعوت قبول کرنے کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۱۳)......دعوت کرنے سے پہلے مہمان کی راحت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، ایسے انداز اور طریقہ سے دعوت کرنا جس سے دوسرا تکلیف میں مبتلا ہو، صحیح نہیں۔

(۱۴)......جس کی دعوت کی جائے اس کے کھانے کے اوقات کا لحاظ کرنا چاہئے، اگر دوسرے شخص کا معمول کسی وقت کھانے کا ہے اور اس کی دعوت کر کے کھانے کے وقت کو غیر معمولی مقدم یا مؤخر کر کے اس کے معمولات میں خلل ڈال دیا جائے جس سے اسے تکلیف پہنچے، یہ بھی درست نہیں۔

(۱۵)......اگر کوئی اخلاص کے ساتھ دعوت کرے اور اس کی دعوت قبول کرنے میں کوئی عذر ہو مثلاً روزہ ہو تو کم از کم دعوت کرنے والے کے حق میں برکت کی دعا کر دینی چاہئے (کمافی حدیث مسلم)

(۱۶)......جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ دعوت کا مقصد دوسرے کی محبت واحترام اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہئے، کسی فاسد غرض اور دنیوی مطلب کو بنیاد نہیں بنانا چاہئے۔

(۱۷)......شہرت اور اپنی نام آوری کے لئے دعوت کرنا ثواب کے بجائے گناہ ہے۔

(۱۸)......ایسی دعوت جس میں فخر و تفاخر اور نام و نمود پیشِ نظر ہو یا کوئی اور غلط مقصد شامل ہو اور اس کا پتہ چل جائے تو حکمت کے ساتھ ایسی دعوت میں شرکت سے عذر کر دینا چاہئے۔

(۱۹)......ختنہ کے موقع پر جو دعوت کی جاتی ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ایسی دعوت میں شرکت نہیں کرنی چاہئے (احسن الفتاویٰ جلد۸صفحہ۱۵۵ بتغیر)

(۲۰)......اسی طرح سالگرہ کے موقع پر جو دعوت کی جاتی ہے اس میں شرکت بھی جائز نہیں، کیونکہ سالگرہ منانا شریعت کے خلاف رسم ہے (احسن الفتاویٰ جلد۸صفحہ۱۵۴و۱۵۵ بتغیر)

(۲۱)......آج کل شادی سے پہلے مہندی کی رسم منائی جاتی ہے، یہ خلافِ شریعت رسم ہے، اس رسم

کوانجام دینا اوراس رسم میں کھانے کی دعوت میں شریک ہونا بھی جائز نہیں۔

(۲۲)......بعض علماء نے فرمایا کہ جس کی آمدنی ناجائز ہو، یا جس دعوت میں صرف مال دار لوگ شریک ہوں، یا فاسق واوباش لوگ ہوں، یا فخر وتفاخر کی غرض سے دعوت کی جائے، یا کسی غلط نیت اورغرض سے دعوت کی جائے مثلاً ناجائز کام کی تائید کرانا پیشِ نظر ہو، یا اس مجلس میں گناہ موجود ہو مثلاً گانا بجانا، بے پردگی، تصویر سازی وغیرہ ہو یا وہاں تصاویر موجود ہوں یا ریشمی کپڑے پر بٹھایا جائے، یا سونے چاندی کے برتن میں کھانا کھلایا جائے، ایسی دعوت میں شرکت نہیں کرنا چاہئے۔

اور آج کل بہت سی دعوتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ جن کو دعوت کے بجائے عداوت کہنا زیادہ مناسب ہے، قبول کریں تب بھی مصیبت اور قبول نہ کریں تب بھی مصیبت اوراس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل دعوتیں رسم کے تابع ہوگئی ہیں۔

(۲۳)......اگرکوئی ناجائز کام وپیشہ رکھتا ہولیکن ساتھ ہی جائز آمدن بھی رکھتا ہو مثلاً رشوت لیتا ہو، یا سود پر قرض دیتا ہو اور دوسرا کوئی جائز ذریعہ بھی ہو یا کوئی نائی داڑھی مونڈنے، کاٹنے یا شریعت کے خلاف بال بنانے کا کام کرتا ہو (جیسا کہ آج کل بیشتر نائی کرتے ہیں) تو ایسے لوگوں کی دعوت کھانے کے جائز ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

(۱) حرام آمدنی کے حلال آمدنی سے کم ہونے کا یقین ہو۔

(۲) دعوت کا مال خالص حرام آمدنی سے ہونے کا یقین نہ ہو۔

(۳) حرام وحلال سے مخلوط ہونے کا یقین نہ ہو۔

اگران تین باتوں کا یقین نہ ہو بلکہ شبہ ہو، اس صورت میں دعوت کھانا جائز ہے مگر نہ کھانا بہتر ہے۔

(۲۴)......اگر کسی دوسرے سے بے تکلفی ہو اور آپ کی دعوت کرے تو آپ اپنے کسی خاص مہمان یا خاص فرد کو بھی دعوت میں شریک ہونے کی داعی سے درخواست کر سکتے ہیں، پھر اگر وہ چاہے تو منظور کرے اور چاہے تو منع کر دے لیکن اگر دوسرا شخص ایسا ہو کہ آپ کے کہنے پر خواہی نخواہی منظور ہی کرنے پر مجبور ہو جائے اور منع کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسے شخص کے سامنے دوسرے کی شرکت کی درخواست نہیں کرنی چاہئے (کمافی روایۃ مسلم وابن حبان)

(۲۵)......کھانے کے بعد میزبان کے گھر دیر تک بیٹھے رہنا جائز نہیں، اس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ مروت کی وجہ سے جانے کا کہنے سے حجاب محسوس کرتا ہے، ہاں اگر کسی اہم کام کے لئے دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہو یا میزبان کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہو کہ اس کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں۔

(۲۶)......جو لوگ کسی دعوت میں بلائے جائیں اور دعوت میں شریک ہوں، اُن کے لئے درجِ ذیل آداب ہیں۔

(۱) دعوت قبول کرنے میں دعوت کرنے والے کے اِکرام اور اس کا دل خوش کرنے اور سنت پوری کرنے کی نیت کرے، پیٹ کی شہوت پوری کرنے کی نیت نہ کرے۔

(۲) داعی کے گھر بغیر اجازت کے داخل نہ ہو۔

(۳) خوامخواہ صدرِ مجلس بن کر نہ بیٹھے، اور داعی جب اس کو کسی خاص جگہ بٹھادے تو اس کی حتی الامکان پابندی کرے۔

(۴) کوئی عذر نہ ہو مثلاً فرض و واجب روزہ سے نہ ہو تو کھانے سے منع نہ کرے۔

(۵) کھانا کھانے کی طرف تیزی سے نہ لپکے (جیسا کہ آج کل تقریبات میں لوگ ٹوٹ کر پڑتے ہیں اور دھکم پیل سے کام لیتے ہیں)

(۶) کھانا کھانے کے جو آداب ہیں ان کی رعایت کرے۔

(۷) حاضرین اور شرکاء میں دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دے، اور جو چیز دوسروں کو پسند یا ان کے لئے زیادہ رغبت کی ہو وہ دوسروں کے لئے چھوڑ دے، خود کھا کر ختم نہ کردے

(۸) اگر کھانے میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوں تو ان سے پہلے کھانے سے فارغ نہ ہو جائے، دوسروں کا انتظار کرے اور ہلکا پھلکا سلسلہ جاری رکھے۔

(۹) کھانے سے فراغت کے بعد داعی کو دعا دے (لیکن اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے)

(۱۰) کھانے سے فراغت کے بعد زیادہ دیر بیٹھا نہ رہے (الموسوعۃ الفقہیہ جلد ۲۰، مادہ "دعوۃ" بتغیر)

ہدیہ وتحفہ لینے دینے کے آداب

(۱)...... ہدیہ اور تحفہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دوسرے کے اعزاز واکرام اور محبت کی خاطر اس کی خدمت میں بغیر کسی معاوضہ کے پیش کی جائے۔

(۲)...... ہدیہ اور صدقہ میں فرق یہ ہے کہ ہدیہ کا اصل مقصد تو دوسرے کو خوش کرنا اور اس کی خوشی ومحبت کو حاصل کرنا ہے، اور صدقہ کا اصل مقصد دوسرے کی ضرورت پوری کرنا اور ثواب کا حاصل کرنا ہے۔

اور اگر اخلاص کے ساتھ دوسرے کو ہدیہ وتحفہ پیش کیا جائے تو اس میں بھی ثواب حاصل ہو جاتا ہے، مگر اس کی اصل غرض خوشی اور محبت ہے، اسی لیے ہدیہ مال داروں اور امیروں وغیرہ کو بھی دیا جا سکتا ہے، جبکہ ان کو صدقہ نہیں دیا جا سکتا۔

(۳)...... ہدیہ کا اخلاص کے ساتھ دینا اور قبول کرنا دونوں سنت سے ثابت ہیں، اور مختلف فضائل وفوائد کے حامل ہیں۔

ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

> ’’کھانے پینے کی چیزوں کا آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو، اس سے تمہارے رزق میں وسعت وبرکت ہوگی‘‘ (جامع صغیر للسیوطی)

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

> ’’ہدیہ لیا دیا کرو، یہ محبت کو بڑھاتا ہے، اور سینے کے کینہ کو دور کرتا ہے‘‘ (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ہدیہ وتحفہ کا لین دین اخلاص ومحبت کے ساتھ کیا جائے تو فریقین میں باہمی الفت ومحبت اور مودَّت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے، اور عداوت وکشیدگی دور ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

> ’’آپس میں ہدیہ لینے دینے کا تعلق رکھا کرو، اس سے محبت پیدا ہوگی‘‘ (مسند ابو یعلیٰ)

(۴)...... ہدیہ کے لئے قیمتی اور مہنگی چیز کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ مختصر اور چھوٹی چیز بھی اخلاص کے

ساتھ ہدیہ میں پیش کی جاسکتی ہے۔

(۵)...... ہدیہ ایسی چیز کا دینا چاہئے جو کارآمد ہو، فضول اور بے کار چیز ہدیہ میں دینا دراصل اپنے مال کو بے جا ضائع کرنا اور دوسرے کے لئے اس چیز کو وبال بنانا ہے، آج کل بہت سے مواقع پر رسمی تحفے ایسی چیزوں کے دیئے جانے لگے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، مثلاً مصنوعی گلدستے پیش کئے جاتے ہیں جو اکثر وبیشتر کوڑے کے ڈھیر ہی کی نظر ہوجاتے ہیں۔

(۶)...... ہدیہ اور تحفہ ہرقسم کے رسم ورواج اور ریاء کاری اور دکھلاوے سے پاک وصاف ہونا چاہئے۔

آج کل ہمارے معاشرے میں ہدیہ اور تحفہ کے نام پر بہت سی ایسی شکلیں رائج ہوگئی ہیں جو حقیقی ہدیہ کے مقاصد ومنافع سے بالکل خالی ہیں اور اسی وجہ سے اُن کو اختیار کرنے کے باوجود آپس میں محبت پیدا نہیں ہوتی بلکہ عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے، دلوں سے کینہ کپٹ دور نہیں ہوتا بلکہ مزید اضافہ ہوتا ہے۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ ہدیہ اور تحفہ جیسی سنت رسم ورواج، فخر وتفاخر، ریاکاری وغیرہ جیسے گناہوں کی نظر ہوگئی ہے۔

(۷)...... ہدیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ دوسروں کی نظروں سے چھپا کر پیش کیا جائے، سب کے سامنے یا مجمع میں ہدیہ پیش کرنا مناسب نہیں، آج کل ہدیہ اسی کو سمجھا جاتا ہے جو محفل اور مجمع میں سب کو دکھا کر پیش کیا جائے، اگر ہدیہ لینے والا خود ہی دوسروں پر اس کا اظہار کردے تو اس کی مرضی ہے اور یہ اس کا حق ہے، لیکن دوسروں پر ظاہر کرنا ہدیہ دینے والے کا حق نہیں۔

(۸)......بہتر یہ ہے کہ ہدیہ دوسرے کے ہاتھ میں سپرد کرے، دوسرے کی لاعلمی میں ہدیہ خاموشی سے چھوڑ کر چلے جانا مناسب نہیں، اس سے بعض اوقات دوسرے کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جانے والا یہ چیز ہدیہ کے طور پر چھوڑ کر گیا ہے، یا اپنی ملکیت والی چیز بھول گیا ہے، اگر مجمع وغیرہ کی وجہ سے دوسرے کے ہاتھ میں ہدیہ دینا مشکل ہو تو اس کی تنہائی کا انتظار کرنا مناسب ہے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو ایسا کوئی مناسب حل تلاش کرنا چاہئے جس سے مجمع کے سامنے ہدیہ کا اظہار بھی نہ ہو اور جس کو

ہدیہ دیا جارہا ہے اس کو علم بھی ہو جائے، مثلاً وہاں کے کسی متعلقہ شخص کو اس کی اطلاع دے دے، یا کسی پرچہ وغیرہ پر لکھ کر ہدیہ سے دوسرے کو آگاہ کردے۔

(۹)...... اگر دوسرا کسی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرے اور واپس کرنا چاہے تو اس کو ہدیہ قبول کرنے کا اصرار نہیں کرنا چاہئے، البتہ واپسی کی وجہ معلوم کرلینی چاہئے کہ آئندہ کے لئے اس سے بچا جاسکے

(۱۰)...... جس کو ہدیہ دیا گیا ہے اُس کو چاہئے کہ وہ ہدیہ میں لی ہوئی چیز کو ہدیہ دینے والے کے سامنے ایسے طریقے پر استعمال اور خرچ نہ کرے جس سے ہدیہ دینے والے کی دل شکنی ہو۔

(۱۱)...... ہدیہ میں آئی ہوئی چیز کسی دوسرے کو بھی ہدیہ دی جاسکتی ہے، البتہ اگر کسی نے ہدیہ کی کوئی چیز دیتے وقت خود استعمال کرنے کی قید لگادی ہو تو پھر وہ کسی چیز کسی دوسرے کو ہدیہ کرنا بہتر نہیں، اگرچہ گناہ بھی نہیں۔

(۱۲)...... جو چیز زکوۃ وصدقات یا کسی بھی دوسرے حلال ذریعہ سے اپنی ملکیت میں آئی ہو وہ بھی دوسرے مالدار کو ہدیہ میں دینا درست ہے۔

(۱۳)...... ہدیہ نقدی اور غیر نقدی دو چیزوں کی صورت میں دیا جاسکتا ہے، لیکن نقدی کی شکل میں ہدیہ کرنا عام حالات میں دوسری چیزوں کے مقابلہ میں زیادہ مفید اور بہتر ہے، کیونکہ نقدی سے اپنی کسی بھی ضرورت پوری کرنے کا اختیار ہوتا ہے، جبکہ دوسری چیزوں میں یہ اختیار نہیں ہوتا، اور ظاہر ہے کہ جس چیز سے مختلف قسم کی ضروریات پوری کرنے کا اختیار ہو وہ ان چیزوں سے بہتر ہے، جن میں یہ اختیار نہ ہو۔

(۱۴)...... دیندار اور معزز بزرگوں کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا بنسبت دوسروں کے زیادہ بہتر اور افضل ہے، اس لئے کہ ہدیہ میں پیش کی ہوئی چیز ایک دیندار استعمال کرے گا تو اس کا درجہ ایک عام غیر دیندار شخص کے استعمال سے اعلیٰ وافضل ہے۔

(۱۵)...... کسی مصلحت وضرورت سے کافر کو تحفہ پیش کرنا جائز ہے، لیکن اس طرح کے تحفہ میں شرط یہ ہے کہ کافر کی محبت وخلوص دل میں نہ ہو، کیونکہ کسی کافر کی محبت اور اس سے دلی دوستی جائز نہیں۔

(۱۶)...... اگر دوسرے سے اپنا کوئی مقصد اور غرض وابستہ ہو تو ایسے موقع پر دوسرے کو ہدیہ پیش نہ

کرے، کیونکہ اس کی وجہ سے دوسرا شرمندہ یا متأثر ہو جاتا ہے، اور اُس کو اپنے کام کی آزادی میں رکاوٹ پیش آتی ہے۔

(۱۷)...... دوسرے کو ہدیہ اور اپنی کوئی ضرورت وحاجت دونوں ایک ساتھ پیش نہ کرے، یہاں تک کہ ہدیہ کے ساتھ دُعا کی درخواست بھی نہ کرے، بلکہ ہدیہ ایسے انداز میں پیش کرے، جس سے یہ شبہ بھی نہ ہو کہ یہ اپنی کسی ضرورت اور مقصد کی غرض سے دیا جا رہا ہے، اگر دوسرے سے کوئی غرض ہو یا دُعا کی درخواست کرنی ہو تو یہ ضرورت پہلے پوری کر لے اور ہدیہ بعد میں پیش کرے، تاکہ اس ہدیہ کو اُس غرض یا دُعا کے بدلہ و معاوضہ کی حیثیت حاصل نہ ہو۔

(۱۸)...... اگر کوئی سفر میں ہو اور اُس کو ہدیہ پیش کرنا مقصود ہو تو بلا وجہ ہدیہ ایسی چیز کا پیش نہ کرے جو دوسرے کو اپنے مقام تک ساتھ لے جانا مشکل ہو جائے۔

(۱۹)...... کسی دوسرے کو ہدیہ دینے کی ترغیب نہ دے، اگر خود سے کوئی ہدیہ دے تو الگ بات ہے

(۲۰)...... اگر کوئی تمہاری خاطر داری کے لئے خوشبو، تیل، تکیہ، دودھ، وغیرہ پیش کرے کہ خوشبو یا تیل لگا لو یا تکیہ کا سہارا لے لو یا دودھ پی لو تو اگر کوئی عذر نہ ہو تو اس کے قبول کرنے میں انکار نہ کرے، کیونکہ اس کے قبول کرنے میں کوئی مشقت بھی نہیں اور دوسرے کا دل بھی بآسانی خوش ہو جاتا ہے۔

(۲۱)...... جو شخص آپ کا مقروض ہو، اُس سے ہدیہ لینا مناسب نہیں، البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ قرض لینے کی وجہ سے ہدیہ نہیں دے رہا، مثلاً اُس سے قرض دینے سے پہلے بھی ایسا تعلق ہے کہ ہدیہ کا لین دین اُس سے چلتا ہے، تو پھر اُس کا ہدیہ قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲۲)...... جو شخص اخلاص کے ساتھ ہدیہ دے، تو اُس کا بدلہ بھلائی اور نیکی کے ساتھ دینا چاہئے اور کچھ نہ ہو تو اُس کے حق میں دعا کر دینی چاہئے یا کم از کم "**جَـزَاکُـمُ اللّٰہُ خَیۡـرًا**" وغیرہ کہہ دینا چاہئے۔

(۲۳)...... آج کل رشوت کی بہت سی صورتیں رائج ہیں، جن کو ہدیہ اور تحفہ کا نام دیا جاتا ہے، حالانکہ رشوت کا لین دین حرام ہے، اور صرف نام بدلنے سے کسی معاملہ کی حقیقت تبدیل نہیں

ہوجاتی، لہٰذا رشوت کی جو جو صورتیں بھی ہدیہ اور تحفہ کے نام سے جاری ہیں وہ شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہیں اور ہر مسلمان کو ان سے بچنا ضروری ہے، رشوت لینے اور دینے والے کے بارے میں حدیث میں یہ وعید سنائی گئی ہے کہ وہ دونوں جہنم میں جائیں گے۔

سرکاری یا غیر سرکاری عہدوں پر جو لوگ مقرر ہوتے ہیں اور ان کو جن خدمات کے انجام دینے پر باقاعدہ تنخواہ ومعاوضہ ملتا ہے، ان خدمات کے صلہ میں کچھ تحفہ وہدیہ بلکہ فیس وغیرہ کے نام سے لینا رشوت میں داخل ہے، اور اگر اس کی وجہ سے قانون شکنی بھی کی جائے تو دھرا گناہ ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر صاحبان کا کسی خاص کمپنی کی ادویات تجویز کرنے پر اس کمپنی سے ہدیہ وتحفہ کے عنوان سے کچھ لینا جائز نہیں، کیونکہ ڈاکٹر حضرات اس تحفہ وہدیہ کے نام سے ملنے والی مراعات کی خاطر مریضوں پر ظلم وزیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

(۲۴)......شادی بیاہ کے موقع پر تحفہ وہدیہ کے نام سے دولہا کو جو نوٹوں کا ہار پہنایا جاتا ہے، یہ بھی شرعاً جائز نہیں، کیونکہ اگر اس کا مقصود دولہا کو مخصوص رقم کا ہدیہ وتحفہ دینا ہے تو اس کو ہار کی شکل میں دینے کی کیا ضرورت ہے؟

ظاہر ہے کہ ریاکاری، دکھلاوے اور نام ونمود کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں ہوسکتی، اور تحفہ وہدیہ میں ایسی نیت کرنا جائز نہیں، لہٰذا جو رسم ناجائز غرض پر مبنی ہو وہ بھی ناجائز ہوگی،

(۲۵)......اسی طرح شادی بیاہ یا کسی دوسری تقریب کے موقع پر نیوتہ کے عنوان سے جو رقم اس غرض سے دی جاتی ہے تاکہ لینے والا اتنی یا اس سے زیادہ رقم دینے والے کو کسی اس جیسی تقریب میں واپس کرے، اس طرح کی رقم کا لین دین بھی جائز نہیں، کیونکہ ہدیہ وتحفہ میں اس طرح واپسی کی رسم بن جانے سے وہ قرض میں داخل ہوجاتا ہے اور اس میں سود وغیرہ جیسی کئی خرابیاں لازم آتی ہیں۔

(۲۶)......نکاح کے موقعہ پر دلہن کے والدین کے ذمہ اپنی بیٹی کو جہیز وغیرہ کے عنوان سے کچھ دینا شرعاً لازم نہیں اور آج کل اس کو اتنا ضروری اور لازم سمجھا جاتا ہے کہ اس رسم کو پورا کرنے کے لئے سودی قرض لینے اور بھیک مانگنے کو بھی روا رکھا جاتا ہے، یہ شرعاً سراسر ناجائز رسم ہے، لڑکی

والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا گناہ ہے۔

(۲۷)...... غیر اسلامی رسم ورواج میں ہدیہ تحفہ پیش کرنا دہرا گناہ ہے، مثلاً سالگرہ کے موقع پر، مہندی وغیرہ کی رسم میں، کیونکہ اولاً تو ان رسموں کا منعقد کرنا اوران میں شریک ہونا ہی گناہ ہے، دوسرے ان غیر اسلامی رسموں میں تحفہ وہدیہ دے کر تعاون اوران پر خوشی کا اظہار کرنا، یہ الگ گناہ ہے۔

(۲۸)......کسی خاص تقریب کے موقع پر مثلاً بچے کی ختنہ وغیرہ ہونے پر چھوٹے بچوں کو جو کچھ تحفہ ،ہدیہ وغیرہ دیا جاتا ہے ،اُس سے خاص اُس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ بچے کے ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے، اس لیے وہ بچہ کی ملکیت نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں، وہ جو چاہیں کریں، البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے تو پھر وہ خاص اس بچے ہی کی ملکیت ہے، ماں باپ کو اپنی مرضی سے اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

مہمان ہونے کے آداب

مہمان ہونے سے مراد کسی دوسرے کے یہاں آپ کا مہمان بننا ہے۔

(۱)......بلاضرورت ہر شخص کے یہاں مہمان بن کر نہ جائے، بلکہ ایسے شخص کے یہاں مہمان بن کر جانا چاہیئے جس کو اس مہمان کی آمد سے بوجھ اور تکلیف نہ ہو۔

(۲)......اگر کسی وجہ سے کسی کے ہاں قیام کی ضرورت ہو تو بہتر یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے مہمان بننے کی قبل از وقت اطلاع کردے اور جس قدر افراد ہوں ان کی تعداد سے بھی آ گاہ کردے، تاکہ میزبان کو بروقت پریشانی میں مبتلا نہ ہونا پڑے، نیز اپنے قیام وطعام کے معمولات اور نظم سے بھی آ گاہ کردے تو اچھا ہے، پہلے نہ ہوسکے تو میزبان کے پاس پہنچ کر ہی سہی، اور اگر میزبان کے پاس پہنچ کر کسی وجہ سے اس وقت کھانا کھانا نہ ہو تو میزبان کو اطلاع کردے، تاکہ وہ کھانا تیار نہ کرے، اگر کسی چیز سے پرہیز ہو تو اس کی بھی مناسب انداز میں اطلاع کردے۔

(۳)......تین دن سے زیادہ مہمان بننے کی کوشش نہ کرے، اگر مجبوری یا تعلق داری کی وجہ سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو ایسا طرزِ عمل اختیار کرے کہ میزبان کو گرانی اور تنگی نہ ہو۔

(۴)......اگر میزبان کے یہاں سے کسی اور جگہ جانا ہو تو میزبان کو اس کی اطلاع کردے تاکہ اسے تلاش، انتظار وانتظام کی زحمت نہ ہو۔

(۵)......مہمان ہونے کی حیثیت سے میزبان کے انتظامات ومعمولات میں دخل نہ دے، البتہ اگر میزبان ہی کوئی کام مہمان کے ذمہ لگادے تو اس حد تک کوئی حرج نہیں، میزبان کے چھوٹوں اور ملازموں سے حاکمانہ لہجہ میں بات نہ کرے، اور حتی الامکان میزبان سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرے

(۶)......میزبان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کی دعوت قبول نہ کرے۔

(۷)......میزبان کے ساتھ رات کو دیر تک بیٹھ کر باتیں کرنے کا متمنّی نہ رہے۔

(۸)......مہمان کو چاہئے کہ میزبان کو زیادہ تکلّفات میں پڑنے سے منع کردے اور اپنے رہن سہن کا ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے میزبان کے معمولات میں خلل نہ آئے، بلکہ میزبان کو یہ

بھی کہہ دے کہ آپ میری وجہ سے اپنے معمولات کا حرج نہ کریں۔

(۹)......میزبان کے راز داری والے معمولات میں شرکت نہ کرے، بلکہ ایسے موقعے پر میزبان سے الگ ہو جایا کرے، تا کہ میزبان بے تکلفی سے اپنے معمولات جاری رکھ سکے، ہر وقت میزبان کے سر پر چڑھ کر بھی نہ بیٹھا رہے۔

(۱۰)......مہمان کو چاہئے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر غیر مہمان کو میزبان کے یہاں نہ ٹھہرائے اور اس کے تیار کردہ کھانے پر کسی کو دعوت نہ دے۔ میزبان کی اجازت کے بغیر میزبان کی کوئی چیز کسی کو ھبہ یا صدقہ نہ کرے۔

(۱۱)......مہمان کو چاہئے کہ میزبان کے کھانے کو ضائع ہونے سے بچائے، ضرورت سے زیادہ سالن روٹی وغیرہ کو استعمال کر کے درمیان میں نہ چھوڑ دے، بلکہ جتنی ضرورت ہو اتنی ہی استعمال میں لائے اور بہتر ہے کہ میزبان کے کھانے کی تعریف کر دیا کرے۔

(۱۲)......مہمان کو چاہئے کہ میزبان کی خاطر مدارات اور کھانے وغیرہ پر اس کا شکریہ اور پسندیدگی کا اظہار کر دیا کرے، تا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو، بلکہ حوصلہ افزائی ہو۔

(۱۳)......میزبان کی چیزوں کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرے، بجلی، گیس، پانی، ٹیلی فون، وغیرہ کا استعمال انتہائی ضرورت کی حد تک محدود رکھے۔

(۱۴)......اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی کے میزبان کی خدمت میں کچھ، ہدیہ، تحفہ وغیرہ پیش کر دے، اور میزبان کے بچوں کے ساتھ محبت و پیار اور شفقت کا برتاؤ رکھے۔

(۱۵)......اگر کوئی دوسرے کے ہاں کھانے پر مدعو ہو تو اپنے ہمراہ کسی غیر مدعو شخص کو لے کر نہ پہنچے، البتہ دوسرے کی طرف سے خوشدلی کے ساتھ اس کی اجازت ہو تو حرج نہیں۔

(۱۶)......میزبان کے ہاں سے کوئی چیز جس کی اس نے وہاں رہتے ہوئے استعمال کی میزبان نے اگر چہ اجازت دی ہو اپنے ساتھ نہ لائے۔

(۱۷)......اگر خواتین کسی کے ہاں مہمان بن کر جائیں تو ان کو چاہئے کہ وہاں چودھراہن بن کر نہ

بیٹھی رہیں، بلکہ گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹائیں، ایسا نہ ہو کہ اپنے کام وکاج کا سارا بوجھ بھی میزبان کے سر پر ڈال دیں۔

(۱۸)......مہمان بننے والی خواتین کے حق میں اگر میزبان کے گھر کے کچھ افراد نامحرم ہوں تو ان سے شرم وحیاء اور پردہ کا لحاظ رکھنا چاہیے، بعض مہمان خواتین نامحرم میزبانوں سے پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں، یہ گناہ ہے۔

(۱۹)......مہمان ہونے کی حالت میں مَردوں کو باجماعت نماز کا اور خواتین کو ادا نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، بہت سے مَرد حضرات نماز باجماعت پڑھنے میں اور بہت سی خواتین ادا نماز پڑھنے میں کوتاہی کرتی اور اپنے مہمان ہونے کو عذر سمجھتی ہیں، یہ غلط فہمی ہے۔

(۲۰)......مہمان کو چاہیے کہ اپنے رہن سہن کا ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے میزبان کے معمولات میں خلل نہ آئے، بلکہ میزبان کو یہ بھی کہہ دے کہ آپ میری وجہ سے اپنے معمولات کا حرج نہ کریں۔

(۲۱)......میزبان کے رازداری والے معمولات میں شرکت نہ کرے، بلکہ ایسے موقع پر میزبان سے الگ ہوجایا کرے، تاکہ میزبان بے تکلفی سے اپنے معمولات جاری رکھ سکے، ہروقت میزبان کے سر پر چڑھ کر بھی نہ بیٹھا رہے۔

(۲۲)......میزبان مَرد گھر پر نہ ہوں اور صرف نامحرم خواتین گھر پر ہوں اور میزبان کے گھر علیٰحدہ سے مَردان خانہ کا انتظام نہ ہو تو ایسے وقت مہمان کو گھر میں ٹھہرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ نامحرم کے ساتھ خلوت میں ٹھہرنے سے بہت سے فتنے اور مفاسد ہیں۔

(۲۳)......اگر آپ کسی کے ہاں دعوت پر مدعو ہوں تو مقررہ وقت پر پہنچنے کی کوشش کریں، نہ تو تاخیر کریں اور نہ ہی پہلے پہنچ کر میزبان کے اوپر بوجھ بنیں، اور کھانے سے فارغ ہوکر بھی جلد واپسی کی کوشش کریں۔

(۲۴)......رخصت ہوتے وقت میزبان کے حق میں دعا کیجئے اور اس کا شکریہ ادا کیجئے۔

مہمان نوازی کے آداب

مہمان نوازی کا مطلب کسی دوسرے کے آپ کے یہاں مہمان بننے کے بعد اس کی خاطر مدارات اور اس کی میزبانی کرنا ہے۔

(۱)......مہمان کا آنا رحمت کا باعث ہے، اس لئے مہمان کی آمد پر رنجیدہ اور کبیدہ نہیں ہونا چاہئے

(۲)......مہمان کے آنے پر مسرت اور خوشی کا اظہار کرنا چاہئے، اور مہمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے۔

(۳)......مہمان نوازی صرف کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ خاص نہیں، بعض لوگ مہمان کی کھانے پینے کے ساتھ تو خوب خاطر تواضع کرتے ہیں مگر دوسری چیزوں کا خیال نہیں رکھتے، حالانکہ خاطر تواضع میں وہ ساری چیزیں شامل ہیں جو مہمان کے اعزاز واکرام اور راحت وسکون اور خوشی ومسرت کا ذریعہ ہوں۔

(۴)......مہمان کے آنے پر سب سے پہلے اس سے سلام ومصافحہ کیجئے، اگر سفر سے آیا ہے یا کافی دنوں کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو سلام کے بعد معانقہ بھی کیجئے، سلام دعا کے بعد مزاج پرسی، خیر وعافیت اور حال واحوال معلوم کیجئے۔

(۵)......مہمان کے آنے پر جو چیز بآسانی اور بسہولت مناسب انداز میں میسر ہو وہ پیش کردینی چاہئے، اور کچھ نہ ہو تو سادہ پانی ہی سہی، زیادہ تکلفات میں پڑ کر مہمان کو خالی بٹھائے رکھنا اچھا نہیں، ابتدائی اکرام وضیافت کے بعد مناسب اہتمام کرنے میں حرج نہیں۔

(۶)......مہمان کے آنے کے بعد جلد ہی اس کو وہاں ٹھہرنے کی حالت میں پیش آنے والی ضروریات سے آگاہ کردینا چاہئے، مثلاً پیشاب واستنجا خانہ، غسل خانہ، ہاتھ منہ دھونے کی جگہ، تولیہ، صابن وغیرہ، باہر آنے جانے کا راستہ، قبلہ کا رُخ، جائے نماز کی نشاندہی، مسجد کا پتہ، دروازہ بند کرنے کھولنے کا مخصوص طریقہ، بجلی کے بٹنوں وغیرہ کی نشاندہی۔

(۷)......تین دن تک بطورِ خاص مہمان کا اکرام اور ضیافت کرنے کی احادیث میں زیادہ ترغیب

آئی ہے، تین دن کے بعد بھی مہمان سے بالکل منہ تو نہیں موڑنا چاہئے، البتہ تکلفات اور زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں۔

(۸)......مہمان کی مرغوب اور ناپسندیدہ چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی خاطر تواضع کی جائے تو بہت اچھا ہے۔

(۹)......زور زبردستی کر کے مہمان کو ہر چیز کے کھانے پر مجبور کرنا درست نہیں، کیونکہ بعض اوقات اس سے مہمان کو تکلیف ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ مہمان کو ایذاء وتکلیف پہنچانا خاطر تواضع میں داخل نہیں۔

(۱۰)......کھانے پینے کی جو چیزیں اس وقت مہمان کو کھلانی پلانی منظور ہوں تو بہتر ہے کہ وہ سب شروع ہی میں حاضر کر دی جائیں یا کم از کم مہمان کو ان سے آگاہ کر دیا جائے، بعض لوگ مہمان کے پیٹ بھر لینے اور شکم سیر ہو جانے کے بعد دوسری چیزیں حاضر کرتے ہیں، جن کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے مہمان تنگی میں مبتلا ہوتا ہے، یہ طرزِ عمل اصلاح طلب ہے۔

(۱۱)......مہمان کو کھانا کھاتے وقت بیٹھ کر گھورتے اور تکتے رہنا غلط ہے، اس سے مہمان کے دل پر بوجھ پڑتا ہے اور اس کو ناگواری ہوتی ہے، اس لئے مہمان کے کھانا کھاتے وقت اس کے سر پر چڑھ کر نہ بیٹھے، البتہ مہمان کی ضروریات کا خیال رکھے۔

(۱۲)......کھانے کے ساتھ دسترخوان پر شروع ہی سے پانی بھی حاضر کر دینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کھانے کی تمام چیزیں حاضر ہو جائیں اور ہر قسم کے تکلفات جمع ہو جائیں، لیکن پانی موجود نہ ہو اور مہمان کے حلق میں لقمہ وغیرہ اٹک جائے۔

(۱۳)......مہمان کو رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ کچھ دور چل کر آنا اور محبت وہمدردی کے انداز میں اس کو رخصت کرنا چاہئے۔

مجلس و محفل کے آداب

کسی جگہ جب ایک سے زیادہ افراد جمع ہوں وہ مجمع، مجلس یا محفل کہلاتی ہے اور بعض اوقات تقریب (یا فنکشن) کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

(۱)...... ہمیشہ اچھے، نیک اور سنجیدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی کوشش کیجئے، برے اور چھچھورے لوگوں کی صحبت بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔

(۲)...... جو مجلس گناہ کے کاموں پر مشتمل ہو مثلاً ناچ، گانے، موسیقی، بے پردگی اور تصویر سازی وغیرہ اس میں شرکت سے پرہیز کیجئے، اگر کبھی ایسی جگہ پھنس جائیں تو اپنی طرف سے ان گناہوں کے کاموں سے جتنا ممکن ہو سکے دور رہنے کی کوشش کیجئے۔

(۳)...... کسی مجلس میں بیٹھ کر دوسرے لوگوں کی غیبتیں کرنے، عیب جوئی اور کسی کا تمسخر اور استہزاء کرنے سے پرہیز کیجئے، کیونکہ یہ سب چیزیں کبیرہ گناہ ہیں، اگر حاضرین ان گناہوں میں مبتلا ہو جائیں اور آپ کو منع کرنے اور روکنے کی قدرت ہو تو حکمت کے ساتھ ان کو منع کر دیجئے یا گفتگو کا موضوع اچھے پہلو کی طرف موڑ دیجئے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہاں سے الگ ہو جایئے یا کم از کم اس گفتگو کا حصہ نہ بنئے۔

(۴)...... اسی طرح کسی مجلس میں بیٹھ کر خواہ مخواہ کے بحث مباحثوں، سیاسی تبصروں اور دین کے متعلق بلا تحقیق اوٹ پٹانگ باتیں ہانکنے اور ٹھٹھے مارنے سے پرہیز کیجئے، اسی کے ساتھ فضول گفتگو سے بچنے کی کوشش کیجئے اور اس کے بجائے خیر اور بھلائی کی بات کیجئے، یا اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دیجئے، یہ بھی نہ کر سکیں تو خاموش رہئے۔

(۵)...... بے کار اور فضول کی مجلسیں جمانا اور محفل آرائیاں کرنا آج کل عام مشغلہ بن گیا ہے بلکہ خاص غپ شپ کی مجلسیں قائم کرنا آرام طلبی اور لغو مشغلوں میں وقت ضائع کرنا باعثِ فخر سمجھا جانے لگا ہے، جو کہ دنیا و آخرت کے اعتبار سے تباہ کن ہے۔

(۶)...... مجلس میں دوسرے لوگوں کے ساتھ گُھل مل کر رہنا چاہئے، جس قسم کی گفتگو ہو اس

میں حسبِ موقع شریک ہونا چاہیئے بشرطیکہ کوئی شریعت کے خلاف بات نہ ہو رہی ہو، ورنہ اس میں شرکت جائز نہیں۔

(۷)...... جب آپ مجلس میں شریک ہوں تو گفتگو کرنے میں ایسا انداز اختیار نہ کیجئے جس سے آپ کا خواہ مخواہ مجلس کا سربراہ اور سردار ہونا ظاہر ہو۔

(۸)...... اگر مجلس میں کوئی مناسب گفتگو ہو رہی ہو اور آپ اس میں حصہ لینا چاہیں تو بلا ضرورت دوسرے کی بات کو کاٹ کر درمیان میں نہیں بولنا چاہیئے، بلکہ دوسرے کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے، البتہ اگر درمیان میں بولنا ضروری ہو تو دوسرے سے اجازت لے لیجئے۔

(۹)...... کوشش کرنی چاہیئے کہ کوئی مجلس اللہ اور اس کے رسول کی باتوں اور آخرت کے ذکر سے خالی نہ ہو خواہ تھوڑی بہت ہی کیوں نہ ہو دین کی بات مناسب انداز میں حاضرین کی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کر لینی چاہیئے، ایک حدیث میں ہے کہ جس مجلس میں ایک مرتبہ بھی اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ مجلس قیامت کے دن حسرت و افسوس کا سبب ہو گی''۔

(۱۰)...... مجلس کا ایک حق یہ ہے کہ جو مجلس میں راز داری کی باتیں ہوں ان کو کسی دوسری جگہ نقل نہیں کرنا چاہیئے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں'' (ابوداؤد)

(۱۱)...... مجلس میں منہ پھلا کر، ناک اور بھنویں چڑھا کر اور اکڑ کر مت بیٹھئے بلکہ کھلے چہرے اور بشاشت اور عاجزی کے ساتھ بیٹھئے۔

(۱۲)...... اگر آپ کسی مجلس میں ابھی تشریف لائے ہیں اور دوسرے لوگ پہلے سے موجود ہیں تو سنت کے مطابق ان کو سلام کیجئے، لیکن اگر دوسرے لوگ کسی کام یا باہم گفتگو میں مشغول ہوں مثلاً کوئی وعظ و تقریر ہو رہی ہو تو با آواز بلند سلام کر کے سب کو خلل نہ ڈالئے، بلکہ ایسی صورت میں خاموشی سے بیٹھ جایئے، مجلس میں آ کر سب سے فرداً فرداً مصافحہ بھی نہ کیجئے، مناسب یہی ہے کہ جس کے پاس ارادہ کر کے آئے ہیں صرف اس سے مصافحہ پر اکتفاء کیجئے، البتہ اگر دوسروں سے

بھی تعارف ہوتو ان سے مصافحہ کرنے میں حرج نہیں، مجلس میں آ کر سب لوگوں سے فرداً فرداً مصافحہ کا آج کل جو رواج چلا ہوا ہے اس سے سب لوگوں کو خلل واقع ہوتا ہے خصوصاً جبکہ سب اپنے اپنے کاموں یا گفتگو میں مصروف ہوں۔

(۱۳)......مجلس میں جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جایئے، مجمع کو چیرتے اور لوگوں کے اوپر سے کودتے پھلانگتے ہوئے آگے جانے کی کوشش نہ کیجئے۔

(۱۴)......مجلس میں پہلے سے کسی بیٹھے ہوئے آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے۔

(۱۵)......اگر مجلس میں لوگ حلقہ اور دائرہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان میں نہ بیٹھئے۔

(۱۶)......مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کوئی اگر کسی ضرورت سے اٹھ کر چلا جائے اور جلدی واپس آنے کا ارادہ ہو تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کیجئے، جانے والے شخص کو بھی چاہئے کہ اگر جلدی واپسی کا ارادہ ہو تو قریب والے کو اس سے آگاہ کر کے جائے یا اٹھتے وقت وہاں بطورِ نشانی اپنی کوئی چیز مثلاً رومال وغیرہ چھوڑ دے تاکہ حاضرین کو معلوم ہو جائے، البتہ اگر اُٹھ کر جانے والا خود ہی جاتے وقت اپنی جگہ بیٹھنے کی اجازت دے دے یا اس کا دوبارہ لوٹ کر اس جگہ آنے کا ارادہ نہ ہو تو اس جگہ بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۷)...... اگر کسی مجلس میں دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوں تو ان کی رضامندی اور خوشی کے بغیر ان کو الگ کر کے اور خود درمیان میں گھس کر نہ بیٹھئے (کما جاء فی حدیث الترمذی)

(۱۸)......مجلس میں سب لوگوں کو آپس میں مل جل کر بیٹھنا چاہئے، بلاضرورت متفرق ٹولیوں کی شکل میں بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے (کما جاء فی حدیث ابی داؤد)

(۱۹)......مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے کا اہتمام نہ کیجئے، کسی کے یہاں جانا ہو تو وہاں بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی معزز و ممتاز جگہ پر نہ بیٹھئے۔

(۲۰)...... یہ بھی کوشش نہ کیجئے کہ آپ کو مجلس کے امیر، صدر، یا بڑے شخص کے ساتھ ہی نشست حاصل ہو۔

(۲۱)......مجلس میں ایسے طریقے پر بیٹھئے کہ آپ کے بعد آنے والوں اور گزرنے والوں کو تکلیف

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہ ہو، بعض لوگ راستہ گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں، یا درمیان میں جگہ خالی چھوڑ کر ایسے طریقے پر بیٹھتے ہیں جس کی وجہ سے آنے والوں کو نشست حاصل کرنے میں دشواری ہوتی ہے، اس طرزِ عمل سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۲۲)...... جب مجمع زیادہ ہو اور جگہ کی تنگی ہو یا کسی ضرورت کی وجہ سے لوگوں کو قریب ہونے کی ضرورت ہو تو سمٹ کر بیٹھئے اور آنے والوں کو فراخ دلی کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ فراہم کر دیجئے (کما جاء فی حدیث البخاری)

(۲۳)...... جب کوئی دوسرا شخص تمہارے پاس آئے تو جگہ ہونے کے باوجود اس کے اکرام کے لئے تھوڑا سا کھسک جانا چاہئے (کما جاء فی حدیث البیہقی)

(۲۴)...... مجلس میں کسی کے نزدیک سامنے یا دائیں بائیں سر پر چڑھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہئے اسی طرح کسی بیٹھے ہوئے شخص کو گھورتے اور تاکتے نہیں رہنا چاہئے، اس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے

(۲۵)...... مجلس میں تین آدمی ہوں تو دو آدمیوں کو بلا ضرورت چپکے چپکے آپس میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں، کیونکہ اس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے (کما جاء فی حدیث البخاری)

اور کسی ایسی زبان میں بات کرنا جس کو تیسرا آدمی نہیں جانتا یہ بھی چپکے چپکے باتیں کرنے میں داخل اور دوسرے کی تکلیف کا باعث ہے۔

(۲۶)...... اسی طرح مشغول آدمی (مثلاً لکھنے پڑھنے والے) کے پاس بے تکلف انسان کے بلا ضرورت بیٹھے رہنے سے دوسرا پریشان ہوتا ہے خاص طور پر جبکہ مشغول آدمی کو بیٹھ کر دوسرا گھورتا اور تکتا بھی رہے۔

جب دوسرا شخص کسی ذکر، تلاوت اور دعا وغیرہ میں مشغول ہو اس کو بلا سخت ضرورت کے اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۲۷)...... جب آپ کسی مجلس میں جائیں اور جوتیاں اتارنا چاہیں تو دوسروں کے جوتوں پر اپنے جوتوں سمیت نہ چڑھ جایئے اور نہ ہی دوسروں کی جوتیوں کو ہٹا کر ادھر اُدھر کیجئے بلکہ اپنی جوتیاں

خالی جگہ پر اتاریئے۔

(۲۸)...... کچی پیاز، لہسن کھا کر اور اسی طرح سگریٹ وغیرہ کی بدبو منہ میں ہونے کی حالت میں منہ صاف کئے بغیر مجمع میں نہ جایئے۔

(۲۹)...... مجمع میں بیٹھ کر منہ پھاڑ کر جمائی لینے سے پرہیز کیجئے، بلکہ جمائی کو روکنے کی کوشش کیجئے ویسے بھی اس طرح منہ پھاڑ کر جمائی لینا اچھی بات نہیں، اگر جمائی نہ رکے تو منہ ڈھانک کر جمائی لیجئے۔

(۳۰)...... مجلس میں اٹھتے بیٹھتے ہوئے اس کا خیال رکھئے کہ آپ کے اٹھنے بیٹھنے سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

(۳۱)...... اگر مجلس میں چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لیجئے اور دھیمی آواز سے چھینکنے کی کوشش کیجئے۔

(۳۲)...... چھینکنے کے بعد ''الحمدللہ'' کہئے اور سننے والے کو چاہئے کہ ''یرحمک اللہ'' کہے اس کے بعد چھینکنے والے کو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے ''یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ''

(۳۳)...... اگر دوسرے لوگ کام کاج میں مشغول ہوں تو چھینکنے والے کو ''الحمد للہ'' آہستہ آواز میں کہنا چاہئے تاکہ دوسروں کو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

(۳۴)...... مجلس میں کسی دوسرے کی طرف پاؤں مت پھیلایئے، اور خواہ مخواہ کی انگڑائیاں لینے سے پرہیز کیجئے۔

(۳۵)...... یہ بدتہذیبی کی بات ہے کہ دوسرے لوگ نیچے بیٹھے ہوں اور خود اوپر چڑھ کر بیٹھ جائے

(۳۶)...... جب کسی سے ملاقات کے لئے جائیں اور اسے مشغول پائیں تو بیٹھنے کے لئے اجازت کا انتظار نہ کیجئے بلکہ خود سے بیٹھ جایئے۔

(۳۷)...... جب کوئی خاص مجلس ہو رہی ہو تو غیر آدمی کو بلا ضرورتِ شرعی اس مجلس کی چھپ کر باتیں سننا جائز نہیں۔

راستہ کے آداب

راستہ وہ جگہ ہے جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہو،خواہ پیدل گزر ہوتا ہو یا سواری وغیرہ سے گزر ہوتا ہو۔ ہماری شریعت نے راستہ کے بھی ہم پر حقوق عائد کئے ہیں، ان حقوق کو پہچاننا اور ادا کرنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

حضورﷺ نے مختلف موقعوں پر راستے سے متعلق مختلف ہدایات ارشادفرمائی ہیں، اُن میں سے چند ایک ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

ایک حدیثِ مبارکہ میں راستے کے حقوق کی تفصیل حضورِ اکرمﷺ نے یہ ارشادفرمائی کہ:

’’راستوں میں بیٹھنے سے بچو لیکن اگر تمہارا راستے میں بیٹھنا اور مجلس کرنا بہت ضروری ہو(مثلاً دوکان یا اور کسی ضرورت کی وجہ سے راستے میں بیٹھنا پڑتا ہو) تو پھر نظر نیچی رکھو اور دوسروں کو تکلیف دینے سے باز رہو اور سلام کا جواب دو اور نیکی کا حکم دو اور بُرائیوں سے روکو (بخاری ج ا ص ۳۳۳)

اس حدیث میں حضورﷺ نے مختصر الفاظ میں راستہ کے حقوق کی اصولی انداز میں نشاندہی فرمادی۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

میرے سامنے میری اُمت کے اچھے اور بُرے اعمال پیش کیے گئے، اُن اچھے اعمال میں سے میں نے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا پایا اور بُرے اعمال میں سے میں نے مسجد میں بلغم تھوکنا (یا اُس کو کسی طرح گندا کرنا) پایا‘‘ (مسلم، ج ا ص ۲۰۷)

ایک موقعہ پر آپﷺ نے ارشادفرمایا کہ:

’’ایمان کے ستّر سے کچھ اوپر شعبے ہیں جن میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ لاَ اِلٰــــہ اِلَّا اللہُ (یعنی توحید کا اقرار کرنا) ہے اور سب سے آخری درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز دُور کردینا ہے (مسلم ج ا ص ۴۷)

ایک حدیث میں حضورﷺ نے ارشادفرمایا کہ:

''ایک شخص راستے سے گزر رہا تھا کہ اُس نے راستے میں ایک کانٹے دار جھاڑی پائی، اُس نے وہ جھاڑی اُٹھا کر راستے کے ایک طرف رکھدی (تا کہ دوسرے راہ گیروں کو جھاڑی سے تکلیف نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ نے اُس آدمی کا یہ عمل قبول فرمالیا اور اُس کی بخشش فرمادی'' (ترمذی، ج۲ص۱۷)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابنِ آدم کے جسم میں تین سو ساٹھ ہڈیاں ہیں اور اُس پر ہر روز ہر ہڈی کے بدلے صدقہ کرنا لازم ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسافر کو سیدھا راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے (ابن السنی وابی نعیم فی الحلیۃ)

اب راستہ کے چند آداب بیان کئے جاتے ہیں:

(۱)...... سب سے پہلے تو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ راستوں میں بیٹھا ہی نہ جائے، اس سے انسان کئی خرابیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

چنانچہ یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ جو لوگ راستوں میں بلا ضرورت بیٹھتے ہیں وہ کئی قسم کے فتنوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کو کئی بری عادتیں پڑ جاتی ہیں اور وہ عموماً دوسرے لوگوں کو ایذاء اور تکلیف کا بھی باعث بن جاتے ہیں۔

(۲)...... راستہ کا ایک بڑا حق یہ ہے کہ اپنی نظروں کی حفاظت کی جائے، کیونکہ راستہ سے ہر قسم کے لوگوں اور عورتوں کا گزر ہوتا ہے، اور راستہ میں بیٹھنے والا انسان بدنظری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات گزرنے والوں کے متعلق تجسس بھی کرنے لگتا ہے، اور تجسس کرنا گناہ ہے۔

اسی طرح دوسروں کے عیوب بھی تلاش کرتا ہے اور بعض اوقات دوسروں کے استہزاء کا بھی باعث بن جاتا ہے خلاصہ یہ کہ ضرورت کے وقت راستہ میں بیٹھنے والے کو ان سب گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(۳)......راستہ میں جو مسلمان ملے اسے سلام کرنا چاہئے اور اگر دوسرا سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا چاہئے۔

(۴)...... راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بہت بڑے ثواب کا کام ہے، لہٰذا راستہ میں کوئی ایسی چیز پڑی ہوئی ملے جو دوسرے کی تکلیف کا باعث ہو تو اسے وہاں سے ہٹا دینا چاہئے۔

(۵)......راستہ میں پیشاب پاخانہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۶)...... راستہ پر کوئی ایسی چیز نہ پھینکی جائے جس سے دوسرے کو تکلیف ہو اور وہ پھسل کر گر پڑے، مثلاً کیلے اور آم کے چھلکے وغیرہ۔

(۷)......کسی راہگیر کو راستہ صحیح صحیح بتلا دینا عبادت ہے۔

(۸)......اگر راستہ میں کوئی گڑھا پڑ گیا ہو جس میں پانی جمع ہو جاتا ہو، یا اس کی وجہ سے اچانک کسی آنے والے کے گرنے کا خطرہ ہو تو اس کی اصلاح کرا دینی چاہئے۔

(۹)......راستوں پر جو پانی کی ٹونٹیاں اور نلکے وغیرہ لگے رہتے ہیں، اگر وہ خراب ہو گئے ہوں تو ان کی اصلاح کرا دینا ثواب کا کام ہے، ان کاموں میں شرکت کرنی چاہئے۔ اگر پانی بہہ رہا ہو تو اس کو ضائع ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱۰)...... ہر مسلمان کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ عام گزرگاہیں کسی شخصِ واحد کی ذاتی ملکیت اور جاگیر نہیں ہوتیں، بلکہ گزرگاہوں سے عام لوگوں کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں، جن میں امیر بھی شامل ہیں، غریب بھی، چھوٹے بھی بڑے بھی، اس لئے راستوں اور گزرگاہوں میں ایسا تصرف اور تغیر کرنا جس سے دوسروں کی حق تلفی ہو، ہرگز بھی جائز نہیں۔

(۱۱)......آج کل بہت سے لوگ راستوں کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر نہ جانے کیا کیا حرکتیں کر گزرتے ہیں، خاص طور پر کسی خوشی اور غمی کے مواقع پر تو پورے راستے بند کر کے لوگوں کی ایذاء اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں، کوئی جلسہ جلوس منعقد کرنا ہو اس موقعہ پر بھی راستے بلاک اور بند کر دیئے جاتے ہیں، اور اسی طرح تعمیر اور صفائی وغیرہ کے موقعہ پر خوامخواہ لمبے عرصہ تک گھر کا سارا ملبہ اور کوڑا کرکٹ یا غیر ضروری میٹیریل راستوں اور گلیوں میں ڈالے رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے

گزرنے والوں کو تکلیف وایذاء کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس طرزِ عمل کی اصلاح ضروری ہے۔

(۱۲)......بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ پیدل یا گاڑی میں سوار چلتے چلتے کسی سے بات چیت کرنے یا کسی کو گاڑی میں بٹھانے کی غرض سے راستہ کے درمیان ٹھہر کر کھڑے ہوجاتے ہیں، اور گزرنے والوں کے لئے رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں۔ اس حرکت سے بھی بچنا چاہئے۔ اور اپنی ضرورت راستہ سے ہٹ کر کنارہ پر کھڑے ہو کر پوری کرنی چاہئے۔

(۱۳)...... بعض لوگ بلاسخت مجبوری کے خواہ مخواہ یا اپنی سہولت کی خاطر راستہ کے درمیان میں گاڑی کھڑی کرکے اپنے کام وکاج میں مصروف ہوجاتے ہیں اور گزرنے والے پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ راستہ میں کوئی ریڑھی وغیرہ کھڑی کرکے گزرنے والوں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، لہٰذا جب کبھی گاڑی وغیرہ کھڑی کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اول تو کوشش کرنی چاہئے کہ راستہ سے ہٹ کر کسی ایسی جگہ کھڑی کریں جس سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے، پھر بے شک اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کچھ دور پیدل چلنا پڑ جائے۔ اپنی جان پر تھوڑی سی مشقت برداشت کرلینا یہ دوسروں کی تکلیف وایذاء پہنچانے کے گناہ اور اس کے عذاب سے بہت ہلکی چیز ہے۔ اور اگر بالفرض کہیں راستے کے علاوہ کوئی جگہ گاڑی کھڑی کرنے کے لئے میسر نہ آئے اور راستہ میں ہی گاڑی کھڑی کرنا مجبوری بن جائے تو بھی یہ اہتمام کرنا ضروری ہے کہ راستہ سے ہٹ کر جتنا ممکن ہو کنارہ پر کھڑی کریں، اور ممکنہ حد تک ایسی جگہ تلاش کریں جہاں دوسروں کو کم از کم تکلیف کا سامنا ہو، اس کے باوجود بھی جلد از جلد اپنی ضرورت پوری کرکے فارغ ہونے کا اہتمام کریں۔

ریڑھی وغیرہ بھی گزرنے والوں کے راستہ سے ممکنہ حد تک الگ کرکے کنارہ پر کھڑی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۱۴)...... بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے گھر سے کوڑا کرکٹ جمع کرکے باہر گلی میں پھینک دیتے ہیں، یا کسی دوسرے کے گھر کے باہر ڈال دیتے ہیں، پھر بعض اوقات وہ کوڑا گزرنے

والے لوگوں اور گاڑیوں کے نیچے آ کر دائیں بائیں پھیل جاتا ہے، یا وہیں پڑا پڑا سڑتا رہتا ہے، جس سے تعفن اور بدبو پھیلتی ہے، اور اس طرح پڑا ہوا یہ کوڑا دوسروں کی تکلیف کے ساتھ لوگوں کی بیماری کا بھی باعث بنتا ہے۔

اس قسم کی حرکتیں تہذیب وتمدن کے اعتبار سے بہت گھٹیا حرکتیں ہیں، اور ان لوگوں کے اوچھے اور گھٹیا پن کی علامت ہیں، ایسے لوگوں کو مہذب اور شریف نہیں کہا جاسکتا، اور آخرت کے اعتبار سے بھی یہ حرکات وسکنات عذابِ الٰہی کا باعث ہیں، دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بعض اوقات دنیا میں بھی ایسے لوگوں کی جان ومال پر وبال آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

(۱۵)...... ہمارے معاشرہ میں بعض لوگ ایسے بھی آباد ہیں جو شادی بیاہ یا کسی اور خوشی کے موقع پر راستوں اور گزرگاہوں میں فائرنگ اور آتش بازی سے آگ کا کھیل کھیلتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسروں کے آرام وغیرہ میں بھی خلل آتا ہے اور بعض اوقات آگ وغیرہ کسی کے اوپر گرنے سے جانی نقصان بھی ہوجاتا ہے، یہ حرکت بھی شریعت کی تہذیب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی تہذیب کے بھی خلاف ہے

(۱۶)...... بعض لوگ اپنی نالیوں یا پرنالوں اور گندے پانی کے پائپ راستوں میں اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ یا تو وہ پانی راستہ میں گرتا ہے اور پانی جمع ہونے کی وجہ سے گزرنیوالوں کو تکلیف ہوتی ہے، یا پھر لوگوں کے اوپر اس کی چھینٹیں پڑتی ہیں، اسی طرح بعض لوگ اپنی اوپر کی ٹینکی کے اوور فلو (اضافی پانی خارج ہونے) کا پائپ اور نالی باہر سڑک اور گلی کی طرف کردیتے ہیں، یہ لوگ اپنے آپ اور اپنے گھر کو تو پانی سے بچالیتے ہیں، اور ان لوگوں کو اپنی تکلیف کا احساس تو ہوتا ہے، مگر باہر گزرنے والے لوگوں کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اور اوپر سے یہ ظلم بھی کرتے ہیں کہ پانی چڑھانے کا موٹر چلاکر سوتے پڑے رہتے ہیں یا کسی کام کاج میں مصروف ہوجاتے ہیں، اور ٹینکی بھر جانے کے بعد گزرگاہوں پر پانی گرتا رہتا ہے اور گزرنے والے بچے بڑے، نمازی غیر نمازی بیمار اور مریض سب پریشان رہتے ہیں۔

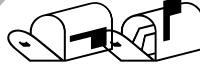
یہ لوگ ایک طرف تو پانی کے بے جا ضیاع کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، دوسرے کسی کو تکلیف

پہنچانے کا جرم بھی اپنے کندھوں پر ڈال لیتے ہیں۔

یہ لوگ ابھی سے سوچ لیں کہ دوسروں کو تکلیف وایذا پہنچا کر خود آرام کرنے کے نتیجہ میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا کیا یہ آرام اس عذاب کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسی غفلت سے حفاظت فرمائیں۔

(۱۷)......بعض لوگ نالیوں کے اوپر سے ڈھکن چوری کرکے ان کو چند ٹکوں کے عوض فروخت کر دیتے ہیں، اوراسی طرح ایک مدت تک نالی یا گٹر کے اوپر ڈھکن نہ ہونے کی وجہ سے پورے علاقہ کے لوگ ایذاء وتکلیف میں مبتلا رہتے ہیں اور بعض اوقات جانی نقصان بھی ہوجاتا ہے۔

چند ٹکوں کے لالچ میں دوسروں کو تکلیف پہنچانا اوران کی جان سے کھیل جانا، کتنی خودغرضی اورحماقت کی بات ہے، جبکہ اس سے جو پیسہ حاصل کیا گیا وہ بھی سراسر حرام اورناجائز ہے، اس قسم کی حرکات میں مبتلا لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہئے۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خط وکتابت کے آداب

(۱)...... خط وکتابت انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اس کے ذریعے سے بہت سی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

(۲)...... جب کسی کو خط لکھنا ہو تو اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرنی چاہئے، یا پھر باسمہ تعالیٰ لکھ دینا چاہئے۔

(۳)...... بڑے چھوٹے جس کو خط وکتابت میں مخاطب کرنا ہو، اس کے درجے کا لحاظ کر کے اس کو خطاب کیجئے۔

(۴)...... جب کسی مسلمان کو خط لکھیں تو سنت کے مطابق سلام لکھنا چاہئے۔

(۵)...... خط اور اس کا مضمون نہایت صاف سادہ اور واضح لکھنا چاہئے، تاکہ دوسرے کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۶)...... خط اعتدال کی حالت میں اور سنجیدگی کے انداز میں لکھنا چاہئے، جذبات، چھچھورپن اور غصے کے انداز سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۷)...... کسی کا خط یا تحریر اس کی اجازت کے بغیر پڑھنے سے پرہیز کیجئے۔

(۸)...... خط نصف ملاقات کا ذریعہ ہوتا ہے، رشتہ داروں، بزرگوں اور دوست احباب سے وقتاً فوقتاً خط وکتابت کے ذریعہ سے خبر گیری کرتے رہنا چاہئے۔

(۹)...... خط وکتابت کرتے وقت کاغذ ضائع کرنے سے بچنے کا اہتمام کیجئے۔

(۱۰)...... خط کے آخر میں اپنا نام و پتہ اور تاریخ وغیرہ لکھ دینی چاہئے، تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو اور بوقتِ ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

(۱۱)...... اگر خط لکھ کر لفافے میں روانہ کرنا ہو، تو لفافے کو ایسے انداز میں بند نہ کیجئے، جس سے اندر کے مضمون والا کاغذ لفافے کے ساتھ چپک جائے، اور بعد میں اس کو اس سے جدا کرنا مشکل ہو جائے۔

(۱۲)...... جب اپنی ضرورت کے لئے کسی کو خط لکھ رہے ہوں تو دوسرے پر جوابی خط کا بوجھ نہ ڈالئے، بلکہ جوابی خط کا خود ساتھ میں انتظام کر کے روانہ کیجئے۔

مشورہ کے آداب

مشورہ لینے کے آداب

(۱)......مشورہ طلب کرنے کی غرض یہ ہونی چاہئے کہ اس سنت پر عمل کی برکت سے معاملہ کے تمام پہلو (منافع اور مضرات) سامنے آجائیں اور مفید و مناسب پہلو متعین کر کے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔اس لیے مشورہ لینے میں کوئی عار محسوس نہ کرے اور یہ تصور نہ کرے کہ مشورہ لینے کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں میری وقعت کم ہوجائے گی۔

(۲)......مشورہ طلب کرنے والے کو چاہئے کہ جن لوگوں سے مشورہ طلب کرے اُن کے سامنے متعلقہ معاملہ کو واضح کر کے اور کھول کر بیان کرے تاکہ مشورہ دینے والے کو اس معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر کر کے رائے قائم کرنے کا موقعہ ملے اگر معاملہ کو مُبہم اور گول مول بیان کیا گیا یا اپنی غرض اور مقصود کو مخفی اور پوشیدہ رکھا گیا تو مشورہ دینے والا صحیح رائے قائم نہیں کر سکے گا۔

(۳)......اگر کوئی مشورہ دینے والا ایسی رائے دے جو مشورہ طلب کرنے والے کی سمجھ اور خواہش کے خلاف ہو تو اس کو ٹھنڈے دل سے سننا چاہئے کسی خیال یا وہم کی بنیاد پر اس کی طرف سے بدظن نہ ہو ورنہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

(۴)......کوئی مشورہ دینے والا اگر چھوٹا یا کم وقعت ہو تو اس کو مشورہ کے رد کرنے کا سبب نہ سمجھے، دانشمندی و خیرخواہی کی بات اگر کسی چھوٹے اور گمنام سے بھی ملے تو قابلِ قدر ہے۔

(۵)......مشورہ لینے والے کو چاہئے کہ مشورہ دینے والے کی رائے اور اس کے تمام گوشوں و پہلوؤں کو غور سے سنے اور مقصود کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

(۶)......اگر کسی مشورہ دینے والے کی بات ایک مرتبہ سمجھ میں نہ آئے تو دوبارہ وضاحت کے ساتھ کہنے کا موقعہ فراہم کرے۔

مشورہ دینے کے آداب

(۱)......جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہی رائے دیں جسے اپنی دیانت سے اپنے اور اللہ کے درمیان صحیح سمجھتے ہوں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ (ترمذی ،ابنِ ماجہ،ابو داؤد،مسنداحمد،طبرانی کبیر)

یعنی ''جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے''

اورطبرانی میں یہ حدیث کچھ زائد الفاظ کے ساتھ اس طرح مروی ہے:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ فَاِذَا اسْتُشِيْرَ فَلْيُشِرْ بِمَا هُوَ صَانِعٌ لِنَفْسِهٖ (مجمع الزوائد)

ترجمہ: ''جب کسی سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ مشورہ دے جسے وہ اپنے لئے اختیار کرتا اگر وہ خود اس معاملہ میں مبتلا ہوتا جس میں مشورہ لینے والا مبتلا ہے''

اور کنزُ العمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت اس طرح منقول ہے:

اِنَّ الْمُسْتَشِيْرَ مُعَانٌ وَالْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ (کنزالعمال جلد۳حدیث نمبر۷۱۸۷)

ترجمہ: ''بلاشبہ مشورہ لینے والے کی (مشورے کے دوران) مدد کی جاتی ہے،اور مشورہ دینے والے کے پاس (مشورہ لینے والے کی) امانت رکھی ہوئی ہوتی ہے''(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ مشورہ دینے والا اپنے مشورے سے دوسرے کا تعاون کرتا ہے، کیونکہ اس کے پاس دوسرے کے تعاون والی چیز (یعنی بہتر مشورہ ورائے) امانت ہوتی ہے، جو مشورہ طلب کرنے والے کے حوالے کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اس لیے مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ مشورہ لینے والے کی خیر خواہی اور ہمدردی واخلاص میں کوئی کمی نہ چھوڑے،اور سوچے کہ جس نے اپنے معاملے کے لیے آپ کی رائے اور مشورہ پر اعتماد کیا ہے اس کو سچی نیت کے ساتھ اچھا اور مفید مشورہ دینا چاہیے۔

(۲)......مشورہ دینے والا مشورے کے دوران اپنے آپ کو خالی الذہن کر لے اور اپنی توجہات کو دوسری چیزوں کی طرف سے ہٹالے اور پوری دل جمعی کے ساتھ مشورے کی سنت میں شریک ہو

(۳)......مشورہ دینے والے کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مشورے کے ضمن میں زیرِ بحث آنے

والی رازداری کی بات کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرے، کیونکہ مشورہ دینے والا امانت دار ہوتا ہے اور مجلس کی رازداری کی باتیں غیر متعلقہ شخص پر ظاہر کرنا جائز نہیں، حدیث شریف میں ہے:

''مجلسیں امانت کے ساتھ ہوتی ہیں'' (ابنِ حبان، ابوداؤد، خطیب)

(۴)......مشورہ دینے والا صرف اپنے مفاد وغرض کی خاطر دوسرے کو نقصان میں مبتلا نہ کرے اگرچہ مشورہ لینے والے سے اس کی عداوت ہی کیوں نہ ہو۔

(۵)......اپنی رائے کو دوسروں سے اعلیٰ اور کسی دوسرے مشورہ دینے والے کی رائے کو حقیر نہ سمجھے اور نہ ہی دوسرے کی رائے کو ہیچ اور کمتر ظاہر کرے، البتہ اگر دوسرے کی رائے میں کوئی نقصان محسوس کرے تو خوش اسلوبی اور دوسرے کی حوصلہ افزائی کے ساتھ مثبت انداز میں اس کا اظہار کردے اور دوسرا شخص بھی اس کی وجہ سے کم ظرفی اور احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہو۔

(۶)......مشورہ دینے میں سبقت نہ کرے یعنی جب تک اس سے مشورہ طلب نہ کیا جائے خود اقدام کرکے مشورہ نہ دے، بلکہ کوشش کرے کہ اپنے سے زیادہ عقل وتجربہ کاروں کی رائے پہلے سامنے آئے، تاکہ ان کی رائے سُن کر بہتر رائے قائم کرنے کا موقع مل جائے۔

رائے کے اظہار میں جلد بازی کا انجام سوائے ندامت وخجالت یا رائے کی کمزوری ظاہر ہونے کے اور کچھ نہیں۔ البتہ درمیان میں کوئی بات ضروری سمجھے تو مناسب انداز میں پیش کردے۔

(۷)......اپنا مشورہ خوب صاف اور واضح بیان کرے، گول مول انداز اختیار نہ کرے۔

(۸)......دوسرے مشورہ دینے والوں کے مشورے اور اُن کی رائے ودلائل کو غور سے سُنے اور اُن کی طرف پوری توجہ کرے، ممکن ہے کہ دوسرے کی رائے کا اپنی رائے سے بہتر اور حق ہونا معلوم ہوجائے؛ اور یہ بات مجلس کے آداب کے بھی خلاف ہے کہ دوسرا شخص اپنی رائے پیش کرے اور یہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہو۔

(۹)......دل میں یہ پختہ ارادہ کرلے کہ جس کی زبان سے حق ظاہر ہوگا، اس کو قبول کروں گا خواہ وہ دوسرا اپنا مخالف کیوں نہ ہو، اصل عزت حق کی اتباع میں ہے، بات بنانے میں نہیں (ایضاً صفحہ ۵۷)

(۱۰)......اگر مشورہ دینے والے کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوجائے تو شکر کرے اور اس کی وجہ سے تکبر یا اِتراہٹ میں مبتلا نہ ہو اور اپنی رائے کے خلاف فیصلہ ہو تو صبر کرے اور اپنے مشورہ دینے کو ضائع نہ سمجھے بلکہ یہ سوچے کہ جو اپنا کام اور فریضہ تھا وہ ادا ہوگیا۔

ٹیلی فون اور موبائل فون استعمال کرنے کے آداب

اسلام ایک جامع اور مکمل مذہب ہے، جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ اگرچہ ٹیلی فون بہت بعد کی ایجاد ہے اور موبائل فون تو ٹیلی فون کے بھی بہت بعد کی ایجاد ہے، لیکن ٹیلی فون یا موبائل فون کے استعمال اور اس پر بات چیت کرنے کے آداب بھی اسلام کی اصولی تعلیمات سے خارج نہیں ہیں۔

اسلام کی ان تعلیمات پر عمل کرنے میں جہاں دین کا فائدہ ہے وہاں دنیا کے اعتبار سے بھی راحت وسکون کا سامان ہے، اور آج کل تقریباً ہر کس وناکس کو کسی نہ کسی حیثیت سے فون سے واسطہ پڑتا ہے، لہٰذا اس سے متعلق احکامات وہدایات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱)......فون انسان کے حق میں بڑی نعمت ہے، اس کے ذریعہ انسان دنیا وآخرت کے اعتبار سے بہت سے فوائد بھی حاصل کرسکتا ہے، اور اگر چاہے تو کئی خرابیوں میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے۔

(۲)......فون انسان کی بہت سی ضروریات پورا کرنے میں مدد کرتا ہے، اس کے ذریعہ دوسرے سے بغیر کسی مشقت کے دین کی باتیں اور حال واحوال معلوم کئے جاسکتے ہیں، دوسرے کی خبر گیری کی جاسکتی ہے، کسی حادثہ، بیماری اور موت وزندگی کی خبر دی جاسکتی ہے، دور دراز بیٹھے ہوئے لوگوں سے ضرورت پڑنے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے، جس غرض کے لئے پہلے زمانہ میں طویل سفر کر کے، وقت اور زرِ کثیر خرچ کر کے پہنچا جاتا تھا فون کے ذریعہ منٹوں اور سیکنڈوں میں نمبر ملا کر بغیر کسی مشقت کے بآسانی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳)...... ٹیلی فون اور موبائل سیٹوں میں جو گھنٹی لگائی جائے وہ سادی ہونی چاہیے، موسیقی پر مشتمل نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ گھنٹی کا مقصد دوسرے کا آگاہ کرنا ہے جس کو دستک دینا کہتے ہیں، موسیقی کا استعمال ویسے بھی گناہ ہے، اور ٹیلی فون یا موبائل فون میں اس کا استعمال اور بھی سخت گناہ ہے، کیونکہ فون کی گھنٹی کسی بھی وقت بج جاتی ہے، خواہ کوئی تلاوت کر رہا ہوں یا نماز پڑھ رہا ہو اور ذکر وعبادت میں مصروف ہو، بعض اوقات مسجد میں نماز پڑھنے کے دوران فون کی گھنٹی بج پڑتی

ہے، اور ظاہر ہے کہ ان اوقات وحالات میں موسیقی کا بجنا کئی گناہوں اور خرابیوں کا باعث ہے، آجکل موسیقی کا گناہ بہت عام ہوتا جارہا ہے، پہلے زمانے میں تو موسیقی خاص ذرائع سے سنی سنائی جاسکتی تھی، اوراب فون جیسی ضرورت کی چیزوں میں بھی موسیقی کی وباء آچکی ہے، اور ہر شخص نئی سے نئی موسیقی والی گھنٹی کی تلاش میں رہتا ہے۔

یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ پورے پورے گانوں کو موسیقی کی شکل میں فون کی گھنٹیوں میں نصب کردیا گیا ہے، اوراب جوں ہی فون کی دستک آتی ہے تو دستک کے بجائے موسیقی سنائی دیتی ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی والی جگہ رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اب جس گھر، دفتر، دوکان اوراس سے بڑھ کر انسان کے جسم کے بالکل ساتھ جیب میں موسیقی بجے گی، ظاہر ہے کہ ان سب مواقع پر انسان رحمت کے فرشتوں سے محروم رہے گا۔

بہرحال موبائل فون کے سیٹ میں وہ گھنٹی جو سادہ انداز کی ہو اوراس میں موسیقی کا عنصر شامل نہ ہو اس کا انتخاب کرنا چاہئے، آج کل فون والے اداروں کی طرف سے مختلف قسم کی موسیقی والی گھنٹیوں کے پیغام ارسال کئے جاتے رہتے ہیں، اورلوگ ہر آنے والی نئی چیز کو اختیار کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں، ایسی چیزوں میں پڑ کر اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے۔

(۴)...... جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ فون کی گھنٹی کا مقصد آگاہی اور دستک دینا ہے، اوراس غرض کے لئے شرعاً قرآن مجید کی آیات مثلاً بسم اللہ، اور مبارک کلمات واذکار، مثلاً اذان، اللہ اکبر، درود شریف وغیرہ کا استعمال بھی جائز نہیں، کیونکہ یہاں مقصود ان کلمات سے اللہ کا ذکر نہیں بلکہ آگاہ کرنا اور دستک دینا ہے، اور فقہائے کرام نے اس غرض کے لئے اذکار کی ممانعت بیان فرمائی ہے۔

اب جو دنیادار اور آزاد قسم کے لوگ ہیں وہ تو موسیقی والی گھنٹی لگا کر گناہ گار ہوتے ہیں اور جو دینی ذہن رکھتے ہیں وہ مبارک کلمات سے گھنٹی کا کام لے کر گناہ گار ہوتے ہیں، دونوں میں فرق اتنا ہے کہ ایک کا ظاہری رنگ گناہ کا ہے اور دوسرے کا ظاہری رنگ دین کا۔

لہٰذا اگر ایک طرف فون کی گھنٹیوں میں موسیقی کا استعمال گناہ ہے، دوسری طرف مبارک کلمات کا

استعمال بھی منع ہے،اعتدال کا راستہ یہ ہے کہ نہ تو فون میں موسیقی لگائی جائے اور نہ ہی مبارک کلمات لگائے جائیں،ان دونوں کے بجائے اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہوئے سادہ گھنٹی جس میں موسیقی کا عنصر شامل نہ ہو لگائی جائے ،یا وائبریشن لگا لیا جائے جس میں آواز کے بجائے تھرتھراہٹ ہوتی ہے۔

رہا ذکر واذکار کا معاملہ تو اس سے کون منع کرتا ہے، جتنا اور جس وقت چاہیں اپنی زبان سے کریں، یہ کیا کہ خود تو ذکر کریں گے نہیں اور فون سے ذکر واذکار کا کام لینا چاہتے ہیں،موبائل فون تو ویسے بھی انسان کے ساتھ رہتا ہے اگر اس میں مبارک کلمات والی ٹون لگی ہوگی تو بیت الخلاء یا ایسی جگہ بھی فون آسکتا ہے جہاں ذکر واذکار کی ممانعت ہے،اور یہ بھی ممکن ہے کہ فون پر کوئی غیر شرعی بات کی جائے ،اس صورت میں اس بات کا آغاز اللہ تعالیٰ کے نام اور مبارک کلمات سے کرنا لازم آئے گا (نعوذ باللہ تعالیٰ)

(۵)......کسی شخص کو ایسے وقت جو عادتاً اس کے سونے کا ہو یا دوسری ضروریات مثلاً ،نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو فون کرنا مناسب نہیں مگر یہ کہ کوئی سخت ضرورت آپڑی ہو (معارف القرآن ج۶ص۳۹۴،بتغیر)

(۶)......جس شخص سے فون پر اکثر بات چیت کرنے کی نوبت آتی ہو مناسب ہے کہ اس کے اوقاتِ کار معلوم کر لئے جائیں،اور جن اوقات میں اس کو بات چیت کرنے میں سہولت ہو اس کی پابندی کا اہتمام کیا جائے (ایضاًبتغیر)

(۷)......فون پر اگر کوئی لمبی بات کرنی ہو تو پہلے مخاطب سے معلوم کر لیا جائے کہ آپ کو فرصت وفراغت ہو تو کچھ بات عرض کروں، کیونکہ بعض اوقات فون کی گھنٹی بجنے کی وجہ سے انسان فون سننے پر مجبور ہوتا ہے،مگر وہ کسی اہم کام میں مصروف ہوتا ہے اور دوسرے کی طرف سے لمبی بات کرنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے (ایضاًبتغیر)

(۸)......بعض لوگ فون کی گھنٹی مسلسل بجتے رہنے کے باجود فون نہیں سنتے جبکہ فون سننے سے انہیں کوئی معقول عذر بھی نہیں ہوتا،ایسا کرنا بھی اسلامی اخلاق کے خلاف ہے (ایضاًبتغیر)

(۹)...... بلاضرورت کسی سے فون پر بات کر کے خلل ڈالنا مناسب نہیں، اور ضرورت سے زیادہ بات کر کے اپنا اور دوسرے کا وقت اور پیسے ضائع کرنا بھی درست نہیں، بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت بات کرنی چاہیے، یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ آج کل فضول گوئی اور فضول خرچی کا مرض عام ہو گیا ہے جو فون کی شکل میں بھی اکثر و بیشتر ظاہر ہو جاتا ہے۔

(۱۰)...... جب تک سخت ضرورت اور مجبوری نہ ہو کسی دوسرے کے فون کو استعمال نہ کیجئے ،اور جب سخت ضرورت ہو اس وقت بھی دوسرے سے اجازت لے لینا چاہئے ،اور ساتھ ہی اس کا خرچ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بعض اوقات دوسرا شخص شرما حضوری میں اوپرا اوپر سے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر اندر سے راضی نہیں ہوتا، ایسی رضا مندی بھی شرعاً معتبر نہیں، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ کسی دوسرے کا فون استعمال کرنے کے بجائے کسی دوکان وغیرہ سے اجرت دے کر فون کرلیا جائے، آج کل جگہ جگہ اجرت پر فون کرنے کی سہولت موجود ہے

(۱۱)......بعض لوگ سرکاری یا غیر سرکاری اداروں کے فون بے جا استعمال کرتے ہیں، جس کے لئے اس محکمہ اور ادارہ کی طرف سے فون کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی، یہ بھی شرعاً جائز نہیں۔ اسی طرح کسی مدرسہ وغیرہ کا فون اپنی ذاتی ضرورت کے لئے استعمال کرنا بھی گناہ ہے، جب تک کہ وہاں کے ضابطہ کے مطابق اجازت حاصل نہ ہو جائے، یا اس کا معاوضہ نہ ادا کر دیا جائے، اس سلسلہ میں عام طور پر بڑی زیادتی پائی جاتی ہے، اور ع

مالِ مفت دلِ بے رحم

والی مثال سامنے آتی ہے، یاد رکھئے کہ قیامت کے روز اس کا حساب دینا پڑے گا۔

(۱۲)......آج کل جو موبائل فون چلے ہوئے ہیں ان میں مختلف قسم کے کھیل اور گیم موجود ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ان کھیلوں اور گیموں میں مشغول ہو کر بلاوجہ اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں، اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اس طرح ملکی سطح پر منعقد ہونے والے مختلف کھیلوں وغیرہ کے حالات بھی موبائل فون پر سننے کی سہولت ہوتی ہے، بہت سے لوگ موبائل فون سے کھیلوں یا دوسری

فضول چیزوں کے تبصرے سن کر اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرتے ہیں، اس لئے اپنا وقت برباد کرنے سے اپنے آپ کو بچائیے، اور اس کے بجائے کسی نفع بخش کام میں اپنے وقت اور صلاحیتوں کو استعمال کیجئے

(۱۳)......بعض اوقات فون والے اداروں کی طرف سے مختلف قسم کے پیغام ارسال کر کے سوالات کئے جاتے ہیں اور ان کے صحیح جوابات دینے والوں کے لئے مختلف طرح انعامات کے اعلانات کئے جاتے ہیں۔ اولاً تو وہ سوالات ہی اتنے بے ہودہ اور فضول ہوتے ہیں کہ ان میں حصہ لینا ایک مسلمان کی شان کے سراسر خلاف ہے، دوسرے ان پر ملنے والے انعامات کو شرعاً جائز کہنا بھی مشکل ہے، کیونکہ اس قسم کے مقابلوں میں انعامات کی خاطر شرکت کرنا شرعاً جوے کے مفہوم میں شامل ہے، لہٰذا اس قسم کے بے ہودہ اور فضول بلکہ خلافِ شرع مقابلوں میں حصہ لے کر اپنا وقت، اپنی صلاحیت اور اپنے دین کو برباد نہ کیجئے۔

(۱۴)...... بعض لوگ دوسرے کے موبائل کو لے کر اس میں مداخلت شروع کر دیتے ہیں، دوسرے کے فون کی ہر چیز کا جائزہ لیتے ہیں، اور دوسرا شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتا، یہ بھی بے ہودہ حرکت ہے، بغیر دوسرے کی خوشدلی کے موبائل فون میں مداخلت کرنا، اس کے ریکارڈ کو پڑھنا اور اس کا جائزہ لینا شرعاً بھی جائز نہیں، کیونکہ دوسرے کی رازداری کی باتوں کو سننا اور پڑھنا سب شریعت کی رو سے گناہ اور منع ہے۔

(۱۵)......آج کل بعض موبائل ایسے چل گئے ہیں جن میں تصویریں اخذ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، اور انہیں کیمرے والے موبائل کہا جاتا ہے، اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق ان کیمروں کی تصاویر شرعاً تصاویر کا حکم رکھتی ہیں، اس لئے موبائل فون کے ذریعہ سے جاندار چیز کی تصویر کھینچنا اور کھینچوانا گناہ ہے، البتہ غیر جاندار چیزوں کی تصویر مثلاً کسی خاص جگہ کی تصویر اتارنا شرعاً گناہ نہیں، اور اگرچہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق موبائل فون کی سکرین پر آنے والی تصویر شرعی تصویر کا حکم نہیں رکھتی، اور انہوں نے مخصوص شرائط کے ساتھ موبائل فون میں جاندار چیز کی شکل محفوظ کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن عوام الناس میں جس انداز کے ساتھ کیمرے والے موبائلوں کا استعمال ہو رہا ہے کہ نہ اس میں کسی شرط کی پابندی ہے اور نہ ضرورت وغیرہ کا لحاظ ہے، اور نہ ہی دوسرے کی

تصویر لیتے وقت اس کی اجازت واطلاع ہے، چپ چاپ دوسرے کی ایسے انداز میں تصویر کھینچ لی جاتی ہے جس کا دوسرے کو علم بھی نہیں ہوتا، اور بعد میں دوسرے کی محفوظ شدہ تصویر کا تمسخر بنایا جاتا ہے اور مرد وعورت اجنبی اور نامحرم عورت ومرد سب ہی بعد میں اس کو دیکھتے ہیں، گویا کہ اس چیز کو ایک مشغلہ بنالیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس آزادی کے ساتھ تو ان علماء کے نزدیک بھی جائز نہیں، کیونکہ اس طرزِ عمل میں کئی گناہ اور خرابیاں ہیں، مثلاً دوسرے کا تمسخر واستہزاء، اجنبی مرد یا عورت کی شکل کا ایک دوسرے کو دیکھنا، بلاضرورت اس مہمل اور فضول کام میں پڑنا اور اس سے بڑھ کر مشغلہ بنالینا اور اپنے اوقات کو ضائع کرنا، البتہ کسی خاص مجبوری اور ضرورت کی غرض سے اگر اتفاقاً کسی جاندار کی تصویر کا محفوظ رکھنا ضروری ہو جائے، مثلاً کسی کے نقصان سے بچنے کے لئے یا دہشت گردی وغیرہ سے بچنے کی خاطر کسی کی تصویر لینا تو اس کی اجازت ہے، بشرطیکہ دیگر گناہوں اور خرابیوں سے بچا جائے اور بوقتِ ضرورت کے اصول پر عمل کیا جائے، لہٰذا بعض علماء کی تحقیق کو بنیاد بنا کر بلاقید موبائل کیمرے کی تصویر کے مروّجہ استعمال کو ہرگز بھی جائز نہیں کہا جاسکتا، لہٰذا اس چیز کو ہر وقت کا جو عوام نے ایک مشغلہ بنالیا ہے یہ جائز نہیں۔

(۱۶)...... موبائل فون کے اندر ضرورت کی خاطر قرآن مجید کی تلاوت کی آواز یا قرآن مجید کی لکھائی کو محفوظ کر کے سننا اور پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ آداب کا لحاظ کیا جائے۔

(۱۷)...... بیت الخلاء میں موجود ہونے کی صورت میں کسی سے فون پر بات چیت کرنا درست نہیں، البتہ سخت مجبوری کے بقدرِ ضرورت بات چیت کرنے کی اجازت ہے۔

(۱۸)...... بعض اوقات گاڑی وغیرہ چلاتے وقت فون پر بات چیت کرنے کی قانونی طور پر پابندی ہوتی ہے اور کیونکہ اس طرح کے قوانین عوام کی مصلحت کی خاطر مقرر کئے جاتے ہیں، تاکہ حادثات وغیرہ سے حفاظت رہے اس لئے ایسے قانون کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہے اور خلاف ورزی کرنا شرعاً گناہ ہے۔

(۱۹)...... اسی طرح اگر جہاز یا کسی حساس ادارہ میں اس ادارہ کے ضابطہ کی رُو سے کسی مصلحت کی وجہ سے فون استعمال کرنے کی اجازت نہ ہو تو شرعاً اس کی پابندی ضروری ہے۔

زیب وزینت کے آداب

دینِ اسلام میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت اختیار کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے

(۱)......زیب وزینت جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شرعی حدود میں رہ کر اعتدال کوملحوظ رکھتے ہوئے ایسے انداز میں ہو جس میں شریعت کی تعلیم کردہ سادگی کا اصول متأثر نہ ہو۔

اوراس کے نتیجے میں کسی شریعت کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔

یعنی نہ تو اس میں تکلف اور غلو سے کام لیا جائے، کہ زیب وزینت میں منہمک ہوکر اپنے دینی ودنیوی ضروری کاموں میں بھی حرج واقع ہوجائے۔لہٰذا اس کے ساتھ فرض وواجب جیسا معاملہ کرنا، ہر وقت بن ٹھن کر رہنے کا اہتمام کرنا اور بناؤ سنگھار کو ایک مستقل مشغلہ بنالینا اور طرح طرح کے طریقے اس کے لئے سوچنا اور ذہن کو ہر وقت اس میں الجھا کر رکھنا اور اس کی خاطر نماز اور دوسرے شرعی تقاضوں کو متأثر کرنا دراصل حد سے تجاوز کرنا ہے، جو کہ جائز نہیں۔

(۲)......زیب وزینت جائز ہونے کے لئے ایک بات یہ ضروری ہے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کی کسی فطرت میں تغییر نہ کی جائے، جس کو قرآن وحدیث کی زبان میں ''تغییر خلق اللہ'' کہا جاتا ہے۔

(۳)......اسی طرح زیب وزینت جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہو، فخر وتکبر اور نمود ونمائش مقصود نہ ہو، کیونکہ دوسروں پر فخر کرنے اور اپنی بڑائی جتلانے اور برتری ظاہر کرنے کے لئے یا دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کی غرض سے زیب وزینت اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔

(۴)......ایک مسلمان مرد وعورت کے حق میں زیب وزینت جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کافروں یا فاسقوں اور متکبروں کی مشابہت اختیار نہ کی جائے، اور اُن کے طرز کی زیب وزینت سے پرہیز کیا جائے۔

(۵)......مرد کو ایسی زیب وزینت کرنا جس میں عورتوں کی مشابہت ہو اور عورتوں کو ایسی زیب وزینت اختیار کرنا جس میں مَردوں کی مشابہت ہو، یہ بھی جائز نہیں۔

(۶)......زیب وزینت کے لئے کسی حرام وناپاک چیز کو استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔

(۷)......اپنی زیب وزینت کا جن لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا شرعاً جائز نہیں، اس زیب وزینت کا اُن پر ظاہر کرنا مقصود نہ ہو، چنانچہ عورت کے لئے زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کے اظہار کی اجازت صرف شوہر اور محارم کے سامنے ہے پھر اس میں بھی شوہر اصل ہے۔

اس لئے شادی شدہ خواتین کو اس بات کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے کہ زیب وزینت سے اصل مقصود شوہر کو راضی وخوش کرنا ہے۔

خواتین کا شوہر کے سامنے زیب وزینت کا اہتمام نہ کرنا اور اجنبیوں کے سامنے جانے کے لئے زیب وزینت کا اہتمام کرنا جائز نہیں۔

(۸)...... خواتین کو سونے چاندی اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز (مثلاً دھات، اسٹیل، سلور اسٹیل، پیتل، تانبا وغیرہ) سے بنا ہوا زیور پہننا جائز ہے، لیکن انگوٹھی صرف سونے چاندی کی پہننا جائز ہے، سونے چاندی کے علاوہ کسی اور چیز کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں۔

(۹)......خواتین کو بجتا زیور پہننا درست نہیں، جیسے جھانجھ، چھاگل، پازیب وغیرہ۔

(۱۰)......اگرچہ اسلامی تعلیمات کی رو سے خواتین کے لئے سونے چاندی کے زیورات استعمال کرنا کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کو اپنے پاس محفوظ رکھنا اخلاقاً کوئی گری ہوئی بات ہے اور نہ ہی شرعاً یہ لازم ہے کہ سب خواتین اپنے پاس موجود سونے چاندی کے زیورات ختم کردیں بلکہ خواتین سونے چاندی کے زیورات اپنے پاس رکھیں اور ان کو استعمال کریں لیکن ان سے متعلق شرعی تقاضوں کو ضرور پورا کریں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن روایت کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

> اے عورتو! کیا چاندی کے زیور سے تمہاری آراستگی کا کام نہیں چل سکتا؟ خبردار! تم میں سے جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے ضرور عذاب بھگتے گی (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۹، از ابوداؤد ونسائی)

اس حدیث میں چاندی کے زیور سے ضرورت پوری کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی

سونے کے زیورات کے ذریعہ سے دکھاوا کرنے پر عذاب میں مبتلا ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> مجھے اللہ کی طرف سے یہ منظر دکھایا گیا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ بلند درجوں والے وہ فقراء حضرات ہیں جنہوں نے (اللہ کی رضا کے لئے) وطن چھوڑ کر ہجرت کی ہے اور اہلِ ایمان کے بچے بھی اعلیٰ درجات میں ہیں اور وہاں (یعنی جنت میں) مال دار لوگ اور عورتیں سب سے کم ہیں (یہ دیکھ کر میرے دل میں اس کی وجہ معلوم کرنے کا تقاضا پیدا ہوا) چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ دروازہ پر مال داروں کا حساب ہو رہا ہے اور (مال کے سلسلہ میں) ان کی چھان بین ہو رہی ہے (کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، لہٰذا وہ یہاں ابھی نہیں پہنچے) اور عورتیں یہاں آنے سے اس لئے رہ گئیں کہ انہیں سونے اور ریشم نے (اللہ تعالیٰ سے اور دین و آخرت سے) غافل رکھا (الترغیب والترہیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۱، از ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے جہنم میں داخل ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ان کو سونے اور ریشم (یعنی زیورات اور دنیا کی زیب و زینت اور نمائش والی چیزوں) نے اللہ تعالیٰ اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے غافل رکھا۔

یہ عذاب ان عورتوں کے لئے ہے جن کو طرح طرح کے زیورات اور عمدہ سے عمدہ کپڑوں کی ایسی طلب ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ایک تو آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے۔

اور دوسرے ان کو حاصل کرنے کی وجہ سے بہت سے گناہوں میں نہ صرف خود مبتلا ہوتی ہیں بلکہ اپنے شوہروں اور دوسرے عزیزوں کو بھی مبتلا کر دیتی ہیں۔

پیسہ پاس نہ ہو، یا کم ہو تو سود پر رقم لا کر بنوالیتی ہیں، شوہر کے پاس نہیں ہوتا تو مجبور کرتی ہیں کہ کہیں سے رقم لا کر دے اگر وہ نیک آدمی ہے، رشوت سے بچتا ہے تو اسے کچو کے دے دے کر مجبور کرتی ہیں کہ رشوت لے اور زیور بنا کر دے۔

تیسرے ان چیزوں کے استعمال میں وہ عورتیں دکھاوے، خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننے

اور اپنے کو بڑا سمجھنے وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ سے کہ عام طور پر عورتیں اچھا لباس اور عمدہ زیور گھر میں نہیں پہنتی، بلکہ عام طور پر بیاہ شادی میں شریک ہوتے یا اور کسی طرح کی مجلسوں میں جاتے وقت ہی پہنتی ہیں، کیونکہ اس طرح شان جتانے کے اور دکھاوا کرنے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔

اور اسی وجہ سے کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے مختلف ترکیبوں اور تدبیروں سے دوسروں پر اپنے زیور کو ظاہر کرتی ہیں مثلاً بیٹھے بیٹھے گرمی کا بہانہ کر کے ایک دم کان اور گلا کھول دیں گی، زبان سے کہیں گی اوئی کتنی گرمی ہے اور دل میں زیور ظاہر کرنے کی نیت ہے۔

بہرحال عورتوں کو چاہئے کہ لباس اور زیورات کی زیب و زینت کی خاطر گناہوں سے بچیں۔

اگر کسی عورت کو حلال مال سے میسر ہو تو سونے اور چاندی دونوں کا زیور پہن سکتی ہے، جائز ہونے کی ایک شرط زیور بنانے سے پہلے ہے، یعنی یہ کہ حلال مال سے ہو اور دو شرطیں زیور پہننے کے بعد ہیں۔

ایک یہ کہ زکوٰۃ اور دیگر واجبات (صدقۂ فطر، قربانی وغیرہ) کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔

جس خاتون کے پاس سونے یا چاندی کا زیور ہو، اُسے چاہئے کہ ان کی شرعی اصولوں کے مطابق زکوٰۃ، قربانی اور صدقۂ فطر وغیرہ ادا کیا کرے۔

دوسرے یہ کہ دکھاوے کے لئے زیور نہ پہنا جائے اور اس سے شیخی بگھارنا مقصود نہ ہو۔

مذکورہ بالا خرابیاں نہ ہوں تو عورتوں کو زیور پہننے کی گنجائش ہے، مگر نہ پہننا پھر بھی افضل ہے، دنیا میں نہ پہنیں گی تو آخرت میں ملے گا۔

چنانچہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہنو'' (مشکوٰۃ)

جنت میں جو زیور اور لباس اور دیگر نعمتیں ملیں گی، وہ بڑی عجیب وغریب اور عظیم الشان ہونگیں۔

بالوں اور ناخنوں کے آداب

(۱)......مرد حضرات کو پورے سر پر بال رکھنا سنت ہے اور ان کو پوری طرح منڈا دینا بھی جائز ہے

(۲)......سر کے بال مونڈتے وقت استرے وغیرہ سے مونڈنا افضل ہے اور کسی کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنا بھی جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔

(۳)......سر کے بعض حصہ پر بال رکھنا، اور بعض حصہ کے بال منڈا دینا جائز نہیں، البتہ کسی بیماری (مثلاً زخم ہوجانے) کے باعث سر کے کسی حصہ کے بال مونڈنے کی ضرورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں

(۴)......خواتین کو سر کے بال منڈانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

(۵)......اسی طرح خواتین کو اپنے سر کے بال کٹوا کر چھوٹے کرنا جائز نہیں، البتہ حج وعمرہ کے احرام سے نکلتے اور حلال ہوتے وقت انگلی کے پورو ے کے برابر یا اس کے لگ بھگ بال کاٹنے کی شریعت نے عورت کو تعلیم دی ہے۔

(۶)......حج وعمرہ کے احرام کی حالت میں جسم کے کسی بھی حصے کے بال کاٹنا جائز نہیں۔

(۷)......بچی کے سر کے بال نوسال کی عمر تک مونڈنا جائز ہے، اس کے بعد جائز نہیں۔

(۸)......انسانی بدن کے کاٹے ہوئے بال پاک ہیں، اگر کسی پاک چیز میں گر جائیں تو ان کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہوگی، اور جسم وکپڑوں کے ساتھ لگے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز درست ہوجاتی ہے۔

(۹)......مرد وعورت کو سر کے بالوں میں سر کے درمیان میں مانگ نکالنا سنت ہے اور بغیر مانگ نکالے سارے بال سیدھے پیچھے کی طرف کو موڑ کر چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔

(۱۰)......مرد حضرات کو سر کے بال کاندھوں تک لمبے کرنا جائز ہے، اس کے بعد جائز نہیں۔

(۱۱)...... سر کے بالوں کے ساتھ انسانی بال ملانا مرد وعورت کسی کے لئے جائز نہیں، البتہ عورت کو شوہر کی اجازت سے اور شوہر کی خاطر غیر انسانی پاک بال ملانا جائز ہے۔

(۱۲)......خواتین کو ریشم یا کسی اور دھاگے سے سر کے بال باندھنا جائز ہے۔

(۱۳)......سر اور داڑھی کے بالوں کی صفائی اور ان میں تیل و کنگھی کرنا سنت ہے، اور ان کو صفائی کے بغیر ویسے ہی چھوڑ دینا جس کی وجہ سے ان میں جوئیں پڑ جائیں اور میلے کچیلے ہو جائیں اور پراگندہ ہو کر آپس میں چپک جائیں جیسا کہ بعض ملنگوں کا طریقہ ہے یہ گناہ ہے۔

(۱۴)......مرد حضرات کو خواتین کی طرح اپنے سر کے بال بٹنا مکروہ ہے۔

(۱۵)......مرد حضرات کو کم از کم ایک مٹھی کی مقدار داڑھی رکھنا واجب ہے، اور اس سے کم کرنا یا بالکل منڈوا دینا جائز نہیں۔

(۱۶)......ریش بچہ (یعنی جو بال ٹھوڑی کے اوپر ہونٹ کے نیچے چھوٹی سی داڑھی کی شکل میں اگتے ہیں) کو کاٹنا ممنوع ہے کیونکہ یہ ریش بچہ داڑھی کا حصہ ہے، البتہ اس ریش بچہ کے دائیں بائیں اطراف کے بال کاٹنا جائز ہے۔

(۱۷)......مرد حضرات کو لمبی لمبی مونچھیں رکھنا ممنوع ہے، چالیس دن میں ایک مرتبہ کاٹنا ضروری ہے، اور ہر ہفتہ کاٹنا افضل ہے، البتہ غازیوں کو جہاد کے موقع پر دشمنانِ اسلام پر رعب ڈالنے کے لئے مونچھیں بڑھانے کی اجازت ہے۔

(۱۸)......مرد حضرات کو مونچھیں اہتمام کے ساتھ تراشنا بہتر ہے، اور استرے وغیرہ سے مونڈنا بہتر نہیں، بلکہ بعض حضرات کے بقول بدعت ہے۔

(۱۹)......مونچھیں کٹا کر ان کے دائیں بائیں داڑھی کے ساتھ متصل بالوں کو چھوڑ دینا جائز ہے۔

(۲۰)...... ناک کے اندرونی حصہ کے بال کاٹنا اور اکھیڑنا دونوں طرح جائز ہے۔

(۲۱)......بھنوؤں کو باریک کرنا مرد و عورت دونوں کے لئے ناجائز اور باعثِ لعنت عمل ہے، اور اسی طرح بالکل مونڈ دینا بھی ناجائز ہے، البتہ اگر کسی شخص کے بھنوؤں کے بال اتنے زیادہ اور گھنے ہوں کہ ان کی وجہ سے چہرہ بھیانک اور وحشت ناک محسوس ہو یا اتنے لمبے ہوں کہ ان کی وجہ سے آنکھوں سے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو، ان کو بقدرِ ضرورت کاٹنا جائز ہے۔

(۲۲)...... پلکوں کے بال کاٹنا بھی جائز نہیں، البتہ اگر اتنے زیادہ اور گھنے ہوں کہ آنکھوں میں

پڑتے ہوں یا دیکھنے میں رکاوٹ بنتے ہوں ان کو کاٹنا جائز ہے۔

(۲۳)......دونوں اَبرؤں کے درمیان ناک کے اوپری حصہ پر اگنے والے بالوں کو کاٹنا بھی جائز نہیں، مگر یہ کہ بہت زیادہ گھنے ہوں، تو ان کا حکم بھوؤں کی طرح ہے۔

(۲۴)......مرد حضرات کو داڑھی کے علاوہ چہرے پر اگنے والے اضافی بالوں کو کاٹنا جائز ہے۔

(۲۵)......سر کی حد ختم ہونے کے بعد گردن پر اگنے والے بالوں کو مونڈنے سے پرہیز کرنا چاہیئے

(۲۶)...... زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا، کاٹنا، اکھاڑنا سب جائز ہے مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔

(۲۷)...... زیرِ ناف بال مرد حضرات کو کریم، پاؤڈر کے بجائے استرے وغیرہ سے صاف کرنا افضل اور عورت کو اس کے برعکس استرے وغیرہ کے بجائے کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنا افضل ہے۔

(۲۸)......ناخنوں کو دانتوں سے کاٹنا صحیح نہیں، اور اس سے برص کی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

(۲۹)......دن، رات میں کسی بھی وقت اور کسی بھی دن اور کسی بھی تاریخ میں ناخن کاٹنا جائز ہے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا رات کے وقت یا خاص دن و تاریخ میں ناخن کاٹنے کو منحوس و معیوب سمجھنا درست نہیں

(۳۰)......خواتین کو چہرے پر اگنے والے بالوں کے رویں کو صاف کرنا گناہ ہے، البتہ اگر کسی عورت کے داڑھی یا مونچھ کے بال اُگ آئیں تو ان کو دور کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

(۳۱)...... ناخن اور مونچھیں تراشنا اور زیرِ بغل و زیرِ ناف بال صاف کرنا اور جس شخص کا سر منڈانے کا معمول ہو اس کو سر مونڈنا یہ تمام اعمال ہر ہفتہ بجالانا مستحب ہیں اور اس میں جمعہ کے دن کی رعایت رکھنا بھی مستحب ہے اور وقفے کی انتہائی حد چالیس دن ہے، چالیس دن سے زیادہ وقفہ جائز نہیں۔

(۳۲)......جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، اُس کے لیے ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے قربانی تک

جسم کے بال اور ناخن صاف نہ کرنا افضل و مستحب ہے۔

(۳۳)...... جسم کے کٹے ہوئے بالوں اور ناخنوں کو دفن کر لینا افضل و مستحب ہے۔

(۳۴)...... بالوں اور ناخنوں کا جنابت کی حالت میں کاٹنا اور مونڈنا مکروہِ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(۳۵)...... نائی کو کسی کے شریعت کے خلاف بال کاٹنا یا داڑھی مونڈنا جائز نہیں، اور اس پر اجرت ومعاوضہ لینا حرام ہے۔

(۳۶)...... عورتوں کو سر کے بالوں میں اور مَردوں کو سر اور داڑھی کے بالوں میں سرخ وزرد خضاب جائز و مستحب ہے۔

(۳۷)...... بالکل سیاہ خضاب جو حقیقی سیاہی کے مشابہ ہونا جائز ہے، البتہ غازیوں کو جہاد کے موقع پر دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے جائز ہے۔

(۳۸)...... عورتوں کو ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر خضاب (مہندی) لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں تماثیل وتصاویر نہ ہوں، البتہ مردوں اور بچوں کے لئے مکروہ ہے۔

(۳۹)...... اگر ناخنوں پر ناخن پالش لگالی جائے تو ان کے اوپر سے پانی بہا کر وضو اور غسل درست نہیں ہوتا۔



بیمار پُرسی کے آداب

(۱)......کسی بیمار کی عیادت یعنی بیمار پُرسی کرنا بھی عبادت ہے،اور باہمی محبت واُلفت پیدا کرنے اور خیرخواہی اور غم خواری کو اُبھارنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے؛ اور احادیث میں بیمار پُرسی کے کئی فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے،تو جتنی دیر وہ بیمار پرسی میں خرچ کرتا ہے،تو واپس آنے تک وہ جنت کے باغ میں رہتا ہے (صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے، کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح سے لے کر شام تک ، اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک باغ متعین فرمادیتے ہیں (ترمذی)

لہٰذا اگر کوئی عذر نہ ہو تو مریض کی بیمار پُرسی کرنی چاہیے۔

(۲)......بیمار پرسی عبادت سمجھ کر کرنی چاہئے ،اور اس میں کوئی فاسد غرض نہیں ہونی چاہئے ،مثلاً یہ کہ اگر ہم بیمار ہوگئے تو یہ بھی ہماری بیمار پرسی کرنے کے لئے آئے گا، یا فلاں شخص ہماری بیمار پرسی کے لئے آیا تھا لہٰذا ہمیں بھی اس کی بیمار پرسی کے لئے جانا چاہئے ،اور فلاں شخص ہماری بیمار پرسی کے لئے نہیں آیا تھا لہٰذا ہم بھی اس کی بیمار پرسی کے لئے نہیں جائیں گے۔

(۳)......اگر ایسا شخص بیمار ہو جائے جس سے آپ کا اختلاف ہے تب بھی اس کی بیمار پرسی کرنا باعثِ ثواب اور خیر وبرکت ہے،اور اس میں دوہرا اجر ہے۔

(۴)...... بیمار پُرسی کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ ایسے وقت کا انتخاب کرے جس سے مریض اور اس کے متعلقین کو تکلیف نہ ہو،اور ان کے آرام اور معمول میں خلل واقع نہ ہو۔

(۵)...... بیمار پُرسی کرتے وقت مریض کی تسلّی وتشفّی کے کلمات کہنا چاہیے،اور بیماری کے اَجر وثواب کا تذکرہ کرنا چاہیے،تاکہ مریض کا ذہن آخرت کے اَجر وثواب کی طرف متوجہ ہو،اور بے

صبری وشکوہ شکایت کرنے سے حفاظت رہے۔

(۶)...... بیمار یا اس کے گھر والوں کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کیجیے، جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے، اور کسی کا ناحق دل ٹوٹے، بلکہ تسلی کی باتیں کرنی چاہئیں۔

(۷)...... اسی طرح بیمار کے سامنے اس کے دوست کے بارے میں کوئی ناپسندیدہ بات اور اس کے دشمن کے بارے میں کوئی اچھی بات نہ کی جائے، کہ اس سے اس کو تکلیف ہوگی۔

(۸)...... مریض کے سامنے بطورِ خاص کسی کی غیبت کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اس کے سامنے اس کے اہل وعیال اور اولاد ومتعلقین کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرنا چاہئے۔

(۹)...... اگر کسی مریض کو اس چیز کا احساس ہو کہ اس کے بعد اس کے گھر والے ومتعلقین اس کا مال ضائع وبرباد کردیں گے، یا اس کے چھوٹے بچے یتیم ولاوارث بن جائیں گے، اور ان کی تربیت ودیکھ بھال میں کوتاہی برتی جائے گی، تو اس طرف سے اس کو تسلی واطمینان دلائے، اور اپنی طرف سے اس کے گھر والوں ومتعلقین کے ساتھ اپنی خیرخواہی ودیکھ بھال کرنے کا ذکر کرے۔

(۱۰)...... اگر مریض کو بُرا نہ لگے اور تکلیف نہ ہو تو اُس کے سَر یا بدن پر دایاں ہاتھ پھیر کر یہ دعا پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ اِشْفِہٖ وَاَنْتَ الشَّافِیُ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَایُغَادِرُ سَقَماً.

ترجمہ: یا اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دُور فرمادیجیے، اس کو شفاء عطا فرمادیجیے، اور آپ ہی شفاء عطا فرمانے والے ہیں، آپ کے علاوہ کوئی اور شفاء عطا فرمانے والا نہیں؛ اس کو ایسی شفا عطا فرمادیجیے، جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے (صحیح بخاری)

(۱۱)...... حضور ﷺ سے مریض کی عیادت کے وقت اس کو تسلی کے کلمات کہنا اور اس کے لئے دعا کرنا دونوں ثابت ہیں۔ تسلی کے کلمات یہ ہیں:

لَابَأْسَ طَھُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

ترجمہ: (یہ بیماری حقیقت میں) کوئی پریشانی ومشقت والی بات نہیں، ان شاء اللہ (یہ

بیماری) گناہوں کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے (بخاری)

اور دعائیہ کلمات جن کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مریض کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ مریض کو شفا عطا فرماتے ہیں، یہ ہیں:

أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ

میں عظیم اللہ تعالیٰ سے جو عرشِ عظیم کا رب ہے، سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو شفا بخشے (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

اگر مذکورہ دونوں قسم کے کلمات مریض کی عیادت کے وقت پڑھ لئے جائیں تو زیادہ باعثِ برکت ہیں۔

(۱۲)...... بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے، کہ اس سے اس کو یا اس کے متعلقین کو تکلیف نہ پہنچے۔ حضورﷺ نے ہلکی پھلکی بیمار پرسی کرنے کی تعلیم دی ہے۔

البتہ اگر بیمار خود ہی آپ کا دیر تک بیٹھا رہنا دل سے پسند کرے اور اس سے اس کو راحت حاصل ہو تو الگ بات ہے۔

(۱۳)...... بیمار پرسی کے لئے کوئی دن یا وقت شریعت کی طرف سے مقرر نہیں، حسبِ ضرورت وحسبِ موقعہ ہر دن اور ہر وقت جائز ہے، بعض لوگ جورات کے وقت بیمار پُرسی کو منحوس سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اسی طرح بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ بیماری کے تین دن گزر جائیں تو تیمارداری کرنی چاہئے، یہ بھی بے اصل بات ہے۔

(۱۴)...... بیمار پُرسی کے وقت کوئی ہدیہ، تحفہ ساتھ لے جانا ضروری نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں نے اس کو ضروری سمجھ لیا ہے؛ البتہ بغیر رسم ورواج کے اخلاص کے ساتھ مریض کی ضرورت کے لیے کوئی چیز لے جانا گناہ بھی نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

تعزیت کے آداب

(۱)......کسی کے فوت ہونے پر اس کے پس ماندگان سے تعزیت کرنا سنت ہے۔

(۲)......تعزیت کا مطلب ہوتا ہے کسی کو تسلی دینا، اس لئے تعزیت ایسے انداز اور الفاظ سے کرنی چاہئے جس سے دوسرے کا غم ہلکا ہو، ایسے انداز اور الفاظ سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے دوسرے کے رنج وغم میں اضافہ ہو۔

(۳)......تعزیت میں سنت یہی ہے کہ آپس میں تسلی دے دیں اور فوت شُدہ مسلمان کے لیے دعائیہ کلمات ادا کردے؛ مثلاً یہ الفاظ کہہ دے:

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ وَیَأْجُرُکَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو اجر عطا فرمائے۔

یا یہ الفاظ کہہ دے:

اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ ،وَاَحْسَنَ عَزَاءَکَ وَغَفَرَلِمَیِّتِکَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو اَجرِ عظیم عطا فرمائے، اور آپ کے غم کو درست فرمائے، اور آپ کی میت کی مغفرت فرمائے۔

اس سے زیادہ بھی ایسا مضمون بیان کیا جاسکتا ہے، جس سے غم ہلکا ہو، تسکین اور فکرِ آخرت پیدا ہو۔ مگر تعزیت میں ہاتھ اُٹھانا سنت سے ثابت نہیں (کذا فی احسن الفتاویٰ جلد۴ صفحہ۲۴۵)

(۴)......تعزیت تیسرے دن تک ایک مرتبہ مستحب ہے، اس لئے فوتگی کے تیسرا دن گزرنے سے پہلے پہلے تعزیت کرلینی چاہئے، البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً کوئی دور رہتا ہو یا اس کو پہلے اطلاع نہ ہوسکی ہو تو تیسرے دن کے بعد بھی کرنے میں حرج نہیں۔

(۵)......تعزیت کرنے کے لئے ان خاص خاص عزیز رشتہ داروں کو جانا چاہئے، جن سے وارثوں کو تسلی ہو، ان کے علاوہ دوسرے حضرات کو خط یا ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ سے تعزیت کرنی چاہئے۔

سفارش کے آداب

(۱)......کسی ضرورت مند کی جائز اور اچھی سفارش کرنا اسلام کی رو سے باعثِ اَجر وثواب ہے۔

(۲)......سفارش کرنے والے کو جائز سفارش عبادت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنی چاہیے، نہ کہ کسی پر احسان چڑھانے اور اُسے نیچا دِکھانے کی غرض سے؛ کیونکہ نیت میں بگاڑ کی وجہ سے اَجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

(۳)......سفارش کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جائز اور بَرحق کام کے لیے ہو؛ کسی ناجائز وناحق کام کے لیے سفارش کرنا جائز نہیں؛ مثلاً جو شخص کسی منصب اور عہدے کا اہل نہیں، اُس کے لیے اُس منصب یا عہدے کی سفارش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ سفارش میں ایک پہلو دوسرے کی شہادت و گواہی دینے کا بھی ہے۔ اگر کوئی ناحق سفارش کی گئی اور اس کی وجہ سے دوسرا شخص کسی غلط اور ناجائز عہدے پر فائز ہو گیا تو سفارش کرنے والا بھی گناہ گار ہو گا۔

اسی طرح کسی گناہ کے کام کی سفارش کی گئی اور وہ گناہ کا کام اس سفارش کی وجہ سے عمل میں آ گیا، تو سفارش کرنے والا بھی گناہ گار ہو گا۔

(۴)......اللہ تعالیٰ نے جرائم کی جو حدود مقرر فرمائی ہیں، مثلاً چوری اور زنا وغیرہ کی حد، ان کو رُکوانے کے لیے سفارش کرنا حرام ہے۔

(۵)......سفارش دوسرے پر دباؤ ڈالنے، زبردستی کرنے یا اُس سے اپنی بات ہر حال میں منوانے کا نام نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے؛ بلکہ سفارش دراصل دوسرے کو کسی کام کا مشورہ دینا اور اس کی کسی کام کی طرف توجہ دِلانے کا نام ہے، اس لیے اس کو اسی درجے میں رکھ کر بروئے کار لانا چاہیے۔

(۶)......جس کے سامنے سفارش کی گئی ہے، اگر وہ سفارش کو قبول نہ کرے تو اُس سے ناراض ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں، کیونکہ سفارش کی حیثیت مشورے کی ہے اور مشورہ دینے والے کے مشورے پر دوسرے کو عمل کرنا ضروری نہیں۔

(۷)......سفارش ایسے انداز میں کرنی چاہیے، جس سے دوسرے شخص کو اپنے اُصول وقواعد کے مطابق کام انجام دینے کی آزادی میں خَلل واقع نہ ہو، اور وہ سفارش کی وجہ سے بادلِ ناخواستہ عمل کرنے کا پابند نہ ہوجائے۔

(۸)......سفارش میں ایسے الفاظ کہنے یا لکھنے چاہئیں کہ مثلاً:

> ’’یہ صاحب میرے خیال میں فلاں کام کے لیے موزوں ہیں؛ اگر آپ کے اختیار میں ہو اور آپ کو کوئی عذر نہ ہو اور آپ کی مصلحت واُصول کے خلاف نہ ہو تو ان کا کام کردیجیے‘‘ وغیرہ۔

(۹)......سفارش کرانے والے کی بھی ذمہ داری ہے کہ سفارش ایسے کام کی نہ کرائے، جو جائز نہ ہو، اور نہ ہی سفارش کرانے والے پر ایسا دباؤ ڈالے جس سے وہ غلط کام کی یا غلط انداز میں سفارش کرنے پر مجبور ہوجائے، اور اگر سفارش کرنے والے کی سفارش پر عمل درآمد نہ ہو تو بار بار اُس کو سفارش کرنے کے لیے تنگ نہ کرے، اور نہ ہی دوسروں کے سامنے اُس کی سفارش قبول نہ ہونے کا تذکرہ کرے۔

(۱۰)......کسی بھی طرح کی سفارش پر کسی طرح کی رقم یا ہدیہ لینا حلال نہیں، اگر کچھ لے لیا تو رشوت کے حکم میں ہوگا، اور حرام ہوگا۔



Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سواری اور سفر کے آداب

(۱)......سفر تین طرح کا ہوتا ہے، یا تو سفر خالص دین کے لیے ہوتا ہے، جیسے حج، جہاد، گناہ والے مقام سے گناہ سے بچنے کی نیت سے کسی دوسری جگہ کی طرف ہجرت یا سفر کرنا یا دین کا علم حاصل کرنے، صلہ رحمی اور عیادت کے لیے سفر کرنا۔ ایسا سفر کرنا عبادت ہے۔

یا پھر دنیا کے لیے ہوتا ہے؛ جیسے تجارت، تفریح وغیرہ کے لیے سفر کرنا۔ ایسا سفر کرنے والے کو چاہیے کہ اچھی نیت کے ساتھ سفر کرے، تاکہ ثواب حاصل ہو؛ مثلاً تجارت کی غرض سے کیا جانے والا سفر اس نیت سے ہو کہ میرے ذمہ جن کا نفقہ اور حقوق ہیں، اُن کو ادا کرنے کا بندوبست ہو جائے

یا پھر سفر کسی گناہ کے کام کے لیے ہوتا ہے؛ جیسے چوری یا کسی دوسرے گناہ کے کام کے لیے سفر کرنا۔ ایسا سفر کرنا گناہ اور ناجائز ہے۔

(۲)...... جائز سفر شروع کرنے سے پہلے مشورہ اور پھر استخارہ کر لینا بہتر ہے، البتہ گناہ کے کام کے لیے سفر کرنا درست نہیں، اس لیے اس کے لیے مشورہ واستخارہ کرنا بھی درست نہیں، اور مشورہ اُس شخص سے کرنا چاہیے جو دیندار، نیک نیت، سمجھدار، تجربہ کار، اپنا ہمدرد اور خیر خواہ ہو۔

حج، جہاد، گناہ والے مقام سے گناہ سے بچنے کی نیت سے کسی دوسری جگہ کی طرف ہجرت یا سفر کرنا یا دین کا علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنے نہ کرنے کے متعلق مشورہ واستخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ کام کس پر فرض ہیں اور کس پر نہیں، یہ احکام شریعت نے واضح اور متعین کر دیئے ہیں، البتہ اس سلسلہ میں مشورہ واستخارہ کیا جاسکتا ہے کہ مجھے حج کے لیے فلاں راستہ سے جانا مناسب ہوگا یا فلاں راستہ سے مناسب ہوگا، حج کی درخواست فلاں ادارہ اور فلاں جگہ سے دینا مناسب ہوگا یا فلاں جگہ سے مناسب ہوگا؟ فلاں رفقاء اور ساتھیوں کے ساتھ مناسب ہوگا، یا فلاں کے ساتھ؟

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ کوئی شخص کسی جائز غرض سے حج کے علاوہ کوئی اور سفر کرنا چاہتا ہے تو وہ کون سے دن وتاریخ میں سفر کرے اور کس راستے اور کس ذریعہ سے سفر کرے اور کن رفقاء کے ساتھ سفر کرے؟ ان چیزوں کے لیے بھی مشورہ واستخارہ کرنا جائز ہے۔

(۳)......جس مقصد اور غرض کے لیے سفر پر جانا ہو، اُس مقصد اور غرض سے متعلق شریعت کے احکام کا علم حاصل کر لینا چاہیے؛ مثلاً حج، جہاد، یا رزق کی تلاش میں اگر سفر پر جانا ہو تو سفر شروع کرنے سے پہلے ان کے مسائل اور احکام سیکھ لینے چاہئیں اور بہتر ہے کہ متعلقہ موضوع پر کوئی مستند کتاب بھی سفر میں اپنے ساتھ رکھ لی جائے، اور اُس کا مطالعہ بھی کر لیا جائے۔

(۴)......جہاں تک ممکن ہو، سفر تنہا نہیں کرنا چاہیے، بہتر ہے کہ تین افراد کی جماعت اکھٹے سفر کریں؛ لیکن اگر کوئی ساتھ سفر کرنے والا نہ ہو تو پھر سفر کے دوران کسی نیک شخص کو ساتھی بنا لینا چاہیے۔

(۵)......جب جماعت کی صورت میں سفر کیا جائے تو ایک کو امیر بنا لیا جائے اور امیر ایسے شخص کو بنایا جائے جو علم، عمل، اور رائے کے اعتبار سے افضل ہو؛ اور سفر کے امیر کو چاہیے کہ اپنے آپ کو رُفقائے سفر کا حقیقی معنیٰ میں خادم سمجھے۔

(۶)......سفر پر جانے سے پہلے تمام گناہوں سے توبہ کر لینی چاہیے، اور لین دین کے تمام معاملات بے باک کر لینے چاہئیں، اگر لوگوں کے قرض ذمہ میں ہوں تو اُن کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے، اور اگر فی الحال ادائیگی ممکن نہ ہو تو وصیت لکھ لینی چاہیے؛ اور سفر سے واپسی تک اپنے زیرِ کفالت لوگوں کے اخراجات کا انتظام کر کے سفر پر جانا چاہیے۔

(۷)......سفر میں طبیعت اور مزاج کے خلاف حالات پیش آتے رہتے ہیں، ان حالات سے پریشان ہو کر ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے؛ سفر میں نرمی اور خوش اخلاقی کو اختیار کرنا چاہیے، غصے، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ سے بچنا چاہیے۔

(۸)......سفر کے تمام اخراجات حلال مال سے کرنے چاہئیں، خاص طور پر حج، جہاد، علم حاصل کرنے یا دوسرے نیکی کے کاموں کے لیے سفر حلال مال سے کرنا چاہیے؛ اور ممکن ہو تو سفر میں اخراجات سے زیادہ مال ساتھ رکھ لینا چاہیے، تاکہ اگر کسی وقت ضرورت پیش آجائے تو پریشانی نہ ہو۔

(۹)......سفر شروع کرنے سے پہلے اور سفر کے دوران احتیاط کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے،

چنانچہ سفر کی ضروری اشیاء اور اسی طرح جس سواری کے ذریعے سفر کرنا ہو، اُس کی ضروریات اور لوازمات اپنے ساتھ رکھ لینے چاہئیں۔

حضور ﷺ جب سفر کیا کرتے تھے تو اپنے ساتھ پانچ چیزیں لے جاتے تھے:

(۱) آئینہ (۲) سرمہ دانی (۳) مسواک (۴) کنگھی (۵) سوئی دھاگہ و قینچی

غرضیکہ سفر شروع کرنے سے پہلے ضرورت کی چیزیں ساتھ رکھ لینی چاہئیں۔

(۱۰)......کوئی مجبوری نہ ہو تو سفر پیر یا جمعرات کے دن کرنا بہتر ہے؛ البتہ جمعہ کے دن اگر سفر درپیش ہو تو جن پر جمعہ فرض ہو، اُن کے لیے اپنے شہر کی آبادی سے زوال سے پہلے نکلنے میں حرج نہیں، اگرچہ ایسی جگہ جانا ہو جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو؛ البتہ زوال کے بعد جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر میں جانا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۱)......سفر پر نکلنے سے پہلے مسافر کو دو رکعت سفر کی نیت سے پڑھ لینا مستحب ہے۔

(۱۲)......مسافر کو رُخصت کرتے وقت سلام اور وداع کرنا چاہیے، کسی کو رُخصت کرتے وقت حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ اس کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیتے، اور اُس وقت تک اُس کا ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک وہ شخص خود حضور ﷺ کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا، اور یہ دعا دیتے تھے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَآخِرَ عَمَلِکَ.

ترجمہ: میں تمہارا دین، اور تمہاری امانت اور خاتمہ والے اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں

(ترمذی)

(۱۳)......حضور ﷺ جب سفر کے ارادے سے اپنے اونٹ پر تشریف فرما ہو جاتے تو تین مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہتے اور سورہ زخرف کی مندرجہ ذیل آیت نمبر ۱۳، ۱۴ پڑھتے تھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ. وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کیا، جبکہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی، اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (مسلم)

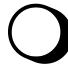
لہٰذا سواری پر سوار ہو کر مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہیے۔

(۱۴)......حدیث کی رو سے سفر میں کی جانی والی دعا کو مقبول دعاؤں میں شمار کیا گیا ہے، لہٰذا مسافر کو رخصت کرنے والوں کے لیے بہتر ہے کہ مسافر سے اپنے حق میں دعا کی درخواست کریں، اور مسافر کو بھی چاہیے کہ اپنے والدین، رشتہ داروں، اپنے تعلق والوں اور تمام مسلمانوں کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی وکامیابی کے لیے دعا کرے؛ اسی طرح سفر میں ذکر اذکار میں مشغول رہنا بھی پسندیدہ ہے جبکہ فضول اشعار اور گانوں میں مشغول مسافر کے ساتھ حدیث کی رو سے شیطان ہوتا ہے۔

(۱۵)......جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے تو واپسی میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

(۱۶)......مسافر کے لیے مستحب ہے کہ گھر پہنچنے سے پہلے گھر والوں کو اپنی واپسی کی اطلاع کردے، اچانک گھر میں داخل نہ ہونا چاہیے، البتہ اگر پہلے سے واپسی کا وقت متعین ہو تو دوبارہ اطلاع کی ضرورت نہیں؛ اسی طرح سفر سے واپسی پر گھر والوں کے لیے کچھ ہدیہ لانا بھی مستحب ہے

(۱۷)......خاوند کی سفر سے واپسی کے وقت عورت کو چاہیے کہ وہ صفائی اور زیب وزینت اختیار کرلے، اور اپنی پراگندگی کو دُور کرلے۔

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے آداب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

جوکوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اورکشادگی ہواور دنیا میں اس کے نشاناتِ قدم دیر تک رہیں(یعنی اس کی عمردراز ہو)تووہ(رشتہ داروں کے ساتھ)صلہ ٔرحمی کرے(بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا(ترمذی)

اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جوصلہ رحمی کرے گا رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اس کواللہ تعالیٰ اپنے سے وابستہ کرلے گااور اپنا بنالے گا اور جوکوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گااور رشتہ داری کے ان حقوق کو پامال کرے گا جواللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں تواللہ تعالیٰ اس کوتوڑدے گا یعنی اپنے قرب اور رحم وکرم کی برکت سے محروم کردے گا۔

خاندانی جھگڑے اور خانگی الجھنیں جوزیادہ تر رشتہ داروں کے حقوق ادانہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں انسان کے لئے دلی پریشانی،کڑھن،گھٹن اورکئی مسائل ومصائب کاباعث بنتی ہیں اور کاروبار وصحت ہرچیز کومتأثر کرتی ہیں،جس کے نتیجہ میں عمر اور روزی میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اس کے برعکس جولوگ رشتہ داروں کے ساتھ احسان اورصلہ رحمی والا معاملہ کرتے ہیں ان کی زندگی عموماً سکون اورخوشدلی کے ساتھ گزرتی ہے اورانہیں مشکل مواقع میں خاندان والوں کی ہمدردیاں حاصل رہتی ہیں اوران باتوں کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ روزی اورعمر میں برکت نصیب فرماتے ہیں

(۱)......اللہ تعالیٰ نے ہمیں جورشتے ناطے عطا فرمائے ہیں،ہم ان کو پہچانیں اوراپنی اولاد اوراہل وعیال کو ان رشتوں کی حقیقت سے آگاہ اور باخبر کرائیں،اورخوداوراپنے اہل وعیال کوان رشتوں کی قدرومنزلت سمجھائیں۔

(۲)......صلہ رحمی بہت بڑی نعمت اوردولت ہے،جس سے زندگی میں سکون حاصل ہوتا ہے، زندگی میں برکت ہوتی ہے اورعمر میں اضافہ اورزیادتی ہوتی ہے،اورسب سے بڑھ کراللہ اوراس

کے رسول کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

اور یہ سب نعمتیں ایسی ہیں کہ جو دنیا کے ہر قسم کا خزانہ اور مال ودولت خرچ کر کے بھی حاصل نہیں کی جاسکتیں، اور اس کے برخلاف قطع رحمی اور رشتے ناطے توڑنے کے نقصانات ظاہر ہے کہ اس کے برعکس ہیں۔ زندگی کے چین وسکون کا اُٹھ جانا، زندگی کی برکت کا ختم ہوجانا، عمروں کا کم ہوجانا، غیبت، الزام وبہتان تراشی، بدزبانی، بدگمانی، حسد، کینہ کپٹ، بُغض وعداوت وغیرہ جیسے کبیرہ گناہ بھی اس قطع رحمی کے ساتھ انسانی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔

(۳)......صلہ رحمی واجب عمل ہے، رشتہ داروں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا، ان کے دکھ سکھ میں شریک رہنا اور ضرورت کے وقت ان کی جائز طریقے پر مدد کرنا صلہ رحمی کہلاتا ہے۔ صلہ رحمی کا سب سے ادنیٰ اور کمزور درجہ یہ ہے کہ رشتہ داروں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، ان سے سلام دعا کی جائے، اسی طرح اگر حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھار ان کی ملاقات کے لئے جانا، وقتاً فوقتاً خط یا کسی آنے جانے والے کے ذریعے یا بذریعہ فون ان کی خیریت دریافت کرتے رہنا شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے ان کی غمی خوشی وغیرہ میں شریک ہونا اور کم از کم یہ کہ بوقتِ ملاقات ان سے سلام اور بات چیت ومزاج پرسی کرنا صلہ رحمی میں داخل ہے، اور اگر وہ ضرورت مند ہوں تو اپنی وسعت کے مطابق ان کی مالی امداد کرنا، اپنی حیثیت کے مطابق کبھی کبھی ان کو تحفہ ہدیہ وغیرہ دیتے رہنا بھی صلہ رحمی میں شامل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عام غریب پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار غریب پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد وسنن ترمذی) یعنی رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے۔

(۴)......شوہر کا جس سے جو رشتہ ہے اس پر اس رشتہ کے حقوق لازم ہیں، اور بیوی کا جس سے جو رشتہ ہے اس پر اس رشتہ کے حقوق لازم ہیں۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کو اس کے رشتہ داروں کے حقوق پورا کرنے میں رُکاوٹ نہ ڈالے اور بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کو اس کے رشتہ داروں کے حقوق پورا کرنے میں رُکاوٹ نہ ڈالے۔

(۵)......اپنی غمی اور خوشی کی تقریبات کو سادگی کے ساتھ سنت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ زیادہ تر جھگڑے اور اختلافات رسم ورواج اور فضولیات اور خرافات کی وجہ سے

پیدا ہوتے ہیں۔

(۶)......صلہ رحمی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رشتہ داروں کی خاطر یا ان کی مروت اور لحاظ میں گناہوں میں مبتلا ہوا جائے، لہٰذا رشتہ داروں کے اصرار پر کسی گناہ میں شریک ہو جانا، ان کی ناجائز سفارش کر دینا یا انہیں ایسی ملازمت دلوا دینا جس کے وہ مستحق نہیں ہیں یا ان کے حق پر نہ ہونے کے باوجود ان کی بے جا حمایت کرنا یا ان کو کسی گناہ کے کام پر ابھارنا اور اکسانا صلہ رحمی ہرگز نہیں ہے، بلکہ گناہ اور تعصب ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

(۷)......یاد رکھیئے! کہ صلہ رحمی کا ثواب اس صورت میں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا پیشِ نظر ہو۔ اگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی محض دکھاوے یا بدلے یا رسموں کی پابندی کی وجہ سے کی جائے تو اس پر صلہ رحمی کی فضیلت حاصل ہونا مشکل ہے۔

اس لئے صلہ رحمی خالصتہً اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہونی چاہیے اور دوسری طرف سے بدلے میں اچھے سلوک کا انتظار بھی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اگر اچھے سلوک کے بدلے میں دوسری طرف سے اچھا جواب اور رزلٹ (Result) نہ ملے تب بھی صلہ رحمی کو چھوڑنا نہیں چاہیے، اور در حقیقت یہی بات اس کی علامت ہے کہ صلہ رحمی اللہ کے لئے ہو رہی ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو دوسروں کا بدلہ چکائے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسرے اس کی رشتہ داری کا حق ضائع کریں تب بھی یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے (بخاری)

ایک حدیث میں ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو بغض رکھنے والے رشتہ دار کو دیا جائے (حاکم، طبرانی)

لہٰذا کسی رشتہ دار کی طرف سے اچھا معاملہ نہ ہو رہا ہو تب بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک ہی کرنا چاہیے اور دراصل یہی صلہ رحمی کا کمال ہے۔

(۸)......پیچھے صلہ رحمی کا مفہوم گذر چکا ہے، اس کے برعکس قطع رحمی یہ ہے کہ انسان اپنے رشتہ داروں کے ضروری درجے کے حقوق ادا نہ کرے، مثلاً ملاقات ہونے پر ان سے سلام دعا نہ کرنا، ان کی خیر خیریت دریافت نہ کرنا، ان کے بیمار ہونے پر بلا عذر ان کی بیمار پرسی نہ کرنا، ان کے فوت ہونے پر کوئی عذر نہ ہوتے ہوئے ان کے جنازے میں شرکت نہ کرنا، زندہ رشتہ داروں سے بطور

خود جا کر یا خط اور فون وغیرہ کسی بھی ذریعے سے شرعی طریقے پر تعزیت نہ کرنا، وغیرہ یہ سب درجہ بدرجہ قطع رحمی میں داخل ہیں۔

(۹)......صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ ہر انسان دل میں اپنے ذمے دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر پیدا کرے قطع نظر اس سے کہ دوسرے اس کے حقوق ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ مثلاً شوہر یہ دیکھے کہ وہ بیوی کے شرعی حقوق پوری طرح ادا کر رہا ہے یا نہیں قطع نظر اس سے کہ اس کے حقوق بیوی پورے کر رہی ہے یا نہیں۔ اسی طرح بیوی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ شوہر کے جو حقوق اس کے ذمے لازم ہیں کیا وہ ان کو پورا کر رہی ہے؟ اس کو نہ دیکھے کہ شوہر بھی اس کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اسی پر دوسرے رشتوں (والدین، اولاد، بہن بھائی، ساس بہو، نند بھاوج اور دیگر) کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰)......صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کا ایک اور اہم اصول یہ ہے کہ جب بھی کسی دوسرے شخص سے کوئی معاملہ کرنے کی نوبت آئے تو پہلے اپنے آپ کو اس دوسرے شخص کی جگہ کھڑا کر کے دیکھ لیا جائے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کس قسم کے معاملے کی توقع کرتا؟ کونسی بات میرے لئے ناگواری کا باعث بنتی اور کس بات سے مجھے اطمینان ہوتا؟ بس اس دوسرے شخص کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جو اس وقت تمہارے لئے موجب اطمینان ہوسکتا تھا اور ہر اس بات سے پرہیز کرو جو تمہیں ناگوار ہوسکتی تھی۔

باپ، بیٹا، ماں بیٹی، ساس بہو، نند بھاوج، ماموں بھانجا، خالہ بھانجی، چچا بھتیجا وغیرہ تمام افراد کو اس اصول کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

(۱۱)......صلہ رحمی میں اصول وفروع کے علاوہ قریب اور دور کے رشتہ دار بھی داخل ہیں، البتہ قریب اور دور ہونے کے اعتبار سے درجات میں فرق ہے، جو زیادہ قریب ہے اس کا حق مقدم ہے سسرالی رشتہ دار صلہ رحمی میں داخل نہیں، مگر حقوق ان کے بھی ہیں۔

(۱۲)......کونسا رشتہ دار صلہ رحمی اور حقوق کی ادائیگی کا پہلے حق دار ہے اور کونسا اس کے بعد؟ اس کی تفصیل حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ:

”وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّکَ وَأَبَاکَ وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ فَأَدْنَاکَ“ (نسائی ،باب ایتھما الید العلیا)

”اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو، ان کے بعد جو رشتہ دار زیادہ قریب تر ہوں ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو“

اس حدیث پاک میں پہلے ماں، پھر باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم فرمانے کے بعد بہن اور پھر بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ **ثُمَّ أَدْنَاکَ فَأَدْنَاکَ** یعنی ان کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور ان میں قریب تر پھر قریب تر کا دھیان کرو۔ مطلب یہ ہے کہ سب رشتے برابر نہیں ہوتے ،کسی سے رشتہ قریب کا ہوتا ہے کسی سے دور کا اور قریبی رشتہ داروں میں بھی کوئی زیادہ قریبی ہوتا ہے اور کوئی کم قریب ،اس لیے جو سب سے قریبی ہے وہ دور والے رشتہ دار کے مقابلے میں صلہ رحمی کا زیادہ حق دار ہے۔

(۱۳)......رشتہ داروں کی صلہ رحمی اور حقوق کی ادائیگی کا خلاصہ مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں:

(الف)......اپنے محرم رشتہ دار اگر محتاج ہوں، اور کھانے کمانے کی بالکل قدرت نہ رکھتے ہوں، تو بقدرِ کفالت اُن محرم رشتہ داروں کے نان ونفقہ کی خبر گیری اسی طرح واجب ہے، جس طرح آدمی پر اپنی اولاد کے نان ونفقہ کی خبر گیری واجب ہے۔

البتہ آدمی پر اپنے محتاج محرم رشتہ داروں کے نان نفقہ کے واجب ہونے میں ترتیب یہ ہے کہ اُس کے فوت ہونے پر جن رشتہ داروں کو اُس کی میراث میں سے جو حصہ ملے گا، اُس حصے کے بقدر آدمی پر محتاج محرم رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب ہوگا **(ب)**......کبھی کبھار اپنے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے ملتے رہنا چاہیے **(ج)**......اپنے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے قطع تعلق یعنی رشتہ داری ختم نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اگر تھوڑی بہت رشتہ داروں سے تکلیف اور ایذاء بھی پہنچے تو صبر کرنا افضل ہے (حقوق الاسلام صفحہ ۸۷، بتغیر)

(۱۴)......والدین کیونکہ انسان کی ولادت اور ان کی پرورش کا سبب بنتے ہیں، اور رشتہ داروں میں ان کا سب سے پہلے انسان کے ساتھ حق وابستہ ہوتا ہے، اسلام نے اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ ہی کا بتلایا ہے۔

شریعت نے والدین کے اولاد کے ذمہ جو حقوق لازم کئے ہیں، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(الف)...... والدین کو تکلیف نہ پہنچائیں، اور ان کا دل نہ دُکھائیں، اگرچہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو جائے، خاص طور پر بڑھاپے میں ان کا زیادہ خیال کریں **(ب)**......قولاً وفعلاً ان کی تعظیم کریں **(ج)**...... جائز کاموں میں ان کی اطاعت کریں **(د)**...... اگر جانی و مالی خدمت کے ضرورت مند ہوں تو ان کی جانی و مالی خدمت کریں، اگرچہ والدین خدانخواستہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ حقوق تو ان کی زندگی سے متعلق تھے، اور جب وہ انتقال کر جائیں، تو انتقال کے بعد ان کے مندرجہ ذیل حقوق ہیں:

(الف)...... اگر وہ ایمان کی حالت میں فوت ہوئے ہوں، تو ان کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کرتے رہیں **(ب)**...... ان کے ذمہ اگر کسی کا کوئی حق ہو مثلاً قرض وغیرہ تو اس کو ادا کریں، ورنہ کم ازکم صاحبِ حق سے معاف کرائیں **(ج)**......اخلاص کے ساتھ شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق بدنی عبادات (مثلاً نوافل، ذکر وتلاوت وغیرہ) اور مالی عبادات (مثلاً صدقات وخیرات وغیرہ) کے ذریعہ سے حسبِ توفیق ان کو ایصالِ ثواب کرتے رہیں **(د)**......ان کے متعلقین اور دوست احباب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں اور حسبِ ضرورت وتوفیق ان کی جانی و مالی خدمت سے گریز نہ کریں **(ہ)**......کبھی کبھی ان کی قبر کی زیارت کریں، مگر خواتین قبرستان نہ جائیں، وہ گھر پر رہتے ہوئے دعا واستغفار اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں

(۱۵)...... دادا، دادی، نانا، نانی کے حقوق بھی والدین کی طرح ہیں، اسی طرح خالہ اور ماموں کے حقوق ماں کی طرح اور چچا، تایا اور پھوپھی کے حقوق باپ کی طرح ہیں۔

(۱۶)......جس طرح ماں باپ کے اولاد پر حقوق ہیں، اسی طرح ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(الف)...... نیک صالح عورت سے اپنا نکاح کرنا، تاکہ اولاد نیک صالح پیدا ہو

(ب)...... پیدا ہونے پر اولاد کا اچھا نام رکھنا اور حیثیت ہو تو عقیقہ کرنا **(ج)**...... بچپن میں محبت وشفقت کے ساتھ اولاد کی پرورش کرنا، خاص طور پر لڑکیوں سے دل تنگ نہ ہونا **(د)**...... ان کے نان نفقہ کا انتظام کرنا **(ہ)**...... ان کو دین کا علم اور شریعت کے مطابق ادب سکھانا **(و)**...... جب نکاح کے قابل ہوں ان کا نکاح کرنا، اور اگر خدانخواستہ بیٹی کا شوہر فوت ہوجائے تو دوسرا نکاح ہونے تک اس کو اپنے گھر رکھنا اور اس کی ضروریات کو برداشت کرنا۔

(۱۷)......حدیث شریف میں ہے کہ بڑا بھائی باپ کی طرح ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ چھوٹا بھائی اولاد کی طرح ہے، لہٰذا بڑے بھائی کے حقوق باپ کی طرح اور چھوٹے بھائی کے حقوق اولاد کی طرح ہونگے، اور بڑی بہن کے حقوق ماں کی طرح اور چھوٹی بہن کے حقوق بیٹی کی طرح ہونگے (حقوق الاسلام ص ۷ بتغیر)

(۱۸)...... زوجین یعنی میاں بیوی کا ایک دوسرے سے بہت قریبی رشتہ ہوتا ہے، اور ایک لمبی مدت تک آپس میں گہرا رشتہ قائم رہتا ہے، شریعت نے اس رشتہ اور تعلق کو مدِنظر رکھ کر زوجین پر ایک دوسرے کے حقوق لازم کئے ہیں۔شوہر کے ذمہ بیوی کے یہ حقوق ہیں:

(الف)...... اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق بیوی کے نان نفقہ میں کوتاہی نہ کرنا

(ب)...... بیوی کو دینی احکام کی تعلیم دینا اور نیک عمل کی تاکید کرنا **(ج)**...... بیوی کے محرم رشتہ داروں سے وقتاً فوقتاً اس کو ملاقات کرنے دینا **(د)**...... بیوی کی کم فہمیوں پر صبر کرنا، اور اگر تنبیہ کی ضرورت ہو تو شرعی حدود میں رہ کر تادیبی کارروائی کرنا۔

اور بیوی کے ذمہ شوہر کے یہ حقوق ہیں:

(الف)......شوہر کی اطاعت، ادب وخدمت اور دلجوئی ورضامندی کا لحاظ کرنا، لیکن غیر شرعی باتوں میں شوہر کی اطاعت نہ کرنا **(ب)**......شوہر کی گنجائش سے زیادہ اس سے فرمائش نہ کرنا **(ج)**......شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرنا **(د)**...... شوہر کے والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا، اور بالخصوص شوہر کے والدین کے ساتھ ادب وتعظیم سے پیش آنا (حقوق الاسلام ص ۸ بتغیر)

پڑوسیوں کے آداب

شریعت نے ہمسائے اور پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور حسنِ سلوک اختیار کرنے کی بڑی تاکید کی ہے، حضورﷺ نے فرمایا کہ:

مجھے حضرت جبریلِ امین پڑوسی کے حقوق سے متعلق اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ اس کو میراث میں حصہ دار بنا دیں گے (مصنف ابنِ ابی شیبۃ)

حضورﷺ نے فرمایا کہ:

اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں (تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا) معلوم کیا گیا اے اللہ کے رسول! کون شخص مومن نہیں؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کے شر و فساد سے محفوظ نہ ہو (بخاری، مسلم)

پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے مندرجہ ذیل اصول ہیں:

(۱)...... پڑوسی کے ساتھ احسان اور رعایت کے ساتھ پیش آئیں۔

(۲)......ضرورت کے موقع پر پڑوسی کے گھر اور اہل وعیال کی نگرانی اور عزت کی حفاظت کریں۔

(۳)......کبھی کبھی رسم ورواج کے بغیر پڑوسی کے گھر میں ہدیہ وغیرہ بھیجتے رہیں، خاص طور پر جب وہ تنگ دست ہو، تو اس کی حسبِ حیثیت مدد ضرور کریں۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ بڑھا دیا کرو اور پڑوسیوں کا لحاظ رکھو۔

(۴)...... پڑوسی کو اپنے کسی طرزِ عمل سے تکلیف نہ پہنچائیں، اور ذرا ذرا سی باتوں پر اس سے نہ الجھیں۔

دوستی کے آداب

(۱)......اگر شرعی حدود میں رہ کر شریعت کے بتلائے ہوئے اوصاف کے مطابق کسی کو دوست بنایا جائے تو اس سے دنیا میں بہت راحت پہنچتی ہے، اس لئے شریعت نے دوستی سے منع نہیں کیا، لیکن اس کے لئے کچھ حد بندی اور اوصاف مقرر کر دیئے ہیں۔

(۲)......جس سے دوستی کرنا ہو اوّل اس کے عقائد و اعمال و معاملات و اخلاق اچھی طرح دیکھ بھال لینے چاہیئے، اگر کسی شخص میں یہ باتیں نہ ہوں تو وہ دوستی کے قابل نہیں ہے، اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا بُری صحبت میں داخل ہے، جس سے بچنے کی شریعت نے بہت تاکید کی ہے۔

(۳)......مخلص دوست کی ضرورت پڑنے پر جانی و مالی مدد کرے۔

(۴)......کبھی کوئی بات مزاج کے خلاف پیش آ جائے تو اس کو درگزر کرے، اور اگر کبھی کوئی تعلقات میں بدمزگی ہو جائے تو اس کا تصفیہ کرے۔

(۵)......اپنے دوست کو دینی باتوں کی تلقین و نصیحت کرتا رہا کرے، اور اس کے ساتھ رہ کر دین کی باتوں کا مذاکرہ کیا کرے۔

(۶)......اپنے دوست میں کوئی غلط اور شریعت کے خلاف بات دیکھے، تو ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اس کو آگاہ کر دے۔

(۷)......ضرورت پڑنے پر اپنے معاملات میں اس سے مشورہ کیا کرے۔

(۸)......اگر وہ مشورہ طلب کرے تو اس کو نیک اور مفید مشورہ دے۔

(۹)......ناجائز کاموں میں دوست کی اطاعت نہ کرے، اور نہ ہی اس کو کسی ناجائز کام کی دعوت دے۔

(۱۰)......دوستی کی خاطر اپنے والدین، بیوی بچوں وغیرہ کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے۔

عام مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کے آداب

(۱)......اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی فرمایا ہے، کیونکہ تمام مسلمانوں کے درمیان اسلام وایمان کا رشتہ قائم ہوتا ہے، ان کے ایمان واسلام کی بنیاد توحید، رسالت، اور اللہ کی کتاب پر مشترک طریقہ پر ہوتی ہے، اس لئے تمام مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی سمجھنا چاہیئے، اور اسلامی رشتہ میں ملک، رنگ ونسل وغیرہ کو حائل نہیں بنانا چاہیئے۔

(۲)......مسلمان کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اپنے قول وعمل سے اس کو تکلیف نہ پہنچائے، حضور ﷺ کا واضح طور پر ارشاد ہے کہ:

> مسلمان تو بس وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ (پاؤں وغیرہ) سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے (یعنی اس کو تکلیف نہ پہنچے)

(۳)......مسلمان بھائی سے کوئی لغزش ہوجائے تو اس کو درگزر کرے۔

(۴)......مسلمان کے کسی عیب سے آگاہ ہوجائے تو اس کو چھپائے۔

(۵)......مسلمان کو کوئی تکلیف پیش آجائے تو اس کی مدد کرے۔

(۶)......مسلمان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

(۷)......مسلمان کی طرف سے کوئی رنجش کی بات پیش آجائے تو تین دن سے زیادہ اس سے کلام نہ چھوڑے۔

(۸)......مسلمان کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔

(۹)......مسلمان کی غیبت نہ کرے۔

(۱۰)......مسلمان سے حسد وبغض نہ کرے۔

(۱۱)......مسلمان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔

(۱۲)......مسلمانوں میں جو چھوٹے ہوں ان پر شفقت کرے اور جو بڑے ہوں ان کی تعظیم وتوقیر کرے

(۱۳)......مسلمانوں میں باہم نزاع وافتراق ہوجائے تو ان میں صلح کرادیا کرے۔

جانوروں کے آداب

(۱)...... جس جانور سے کوئی ضرورت وابستہ نہ ہو، اس کو قید نہ کرے۔

(۲)...... جانوروں کے بچوں کو اُن کے ماں باپ سے جدا کر کے ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔

(۳)...... جن جانوروں کو کسی جائز غرض سے اپنے پاس رکھا ہو، ان کے حقوق اور آرام وراحت کا ہر طرح سے خیال رکھے۔

(۴)...... جن جانوروں سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، ان کو قتل نہ کرے۔

(۵)...... جو جانور اپنے کام میں استعمال ہوتے ہیں، ان کے چارے اور خورد ونوش اور راحت وآرام کا پورا اہتمام کرے، اور ان کی برداشت سے زیادہ ان سے کام نہ لے، اور ان کو معمولی معمولی باتوں پر مارنے پیٹنے سے پرہیز کرے۔

(۶)...... جو جانور موذی ہوں ان کو ایسے طریقہ پر قتل نہ کرے، جس سے ان کو بلاوجہ کی تکلیف پہنچے، بلکہ کم از کم ضرب اور وار میں ان کا جلدی کام تمام کردے۔

(۷)...... جانور کو ذبح کرتے وقت تیز دھار دار آلہ سے ذبح کرے، اور اس کے سامنے اوزار وغیرہ تیز نہ کرے، اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے، اور ذبح ہونے کے بعد جب تک ٹھنڈا نہ ہوجائے، اس کی کھال نہ اتارے، اور اسی طرح کی کوئی دوسری تکلیف نہ پہنچائے۔

ختم شد